الم یأن للذین آمنوا أن تخشع قلوبهم لذکر الله

کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں

ترجمان القرآن

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

حیدرآباد دکن

خـــالی صفحـــه

جلد (۱) — فہرست مضامین ترجمان القرآن ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۱ ہجری — نمبر (۲)

عالمگیر تحریکِ قرآن

دنیائے قرآن

ہر ہائنس والیہ سراوک اور قرآن

مس گلیڈیز پامر جو سر والٹر پامر آنجہانی رکن پارلیمنٹ کی اکلوتی، دولتمند بیٹی ہیں لندن کی گندہ سوسائٹی میں رہکر ان کو روحانی اذیت حاصل ہوئی اور یہی ان کو اپنے آبائی مذہب نصرانیت سے بیزار کر دیا۔ اتنے میں ان کو ان کے ایک دوست نے قرآن کریم کا ایک انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ یہ کہتی ہیں کہ "میں نے قرآن کو شروع سے آخر تک بار بار پڑھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر میرے دل میں اسلام کی سادگی اور محاسن پیر گئے" اور آخر کار ۱۸ فروری ۱۹۳۲ء کی صبح کو ڈاکٹر خالد شیلڈرک کے ساتھ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر پیرس روانہ ہوئیں۔ سردی کے باوجود موسم نہایت خوشگوار تھا۔ آفتاب کی تیز اور چمکیلی کرنیں دل کو گرما رہی تھیں جس کو نیک فال پر محمول کیا گیا۔

طیارہ رودبار انگلستان سے گزر رہا تھا۔ پانچہزار فٹ بلندی سے نیچے سمندر کا نیلا پانی نظر آ رہا تھا۔ آفتاب کی کرنیں پانی میں عجیب کیفیت پیدا کر رہی تھیں [illegible] زمانے کے نئے مؤذن بن کر کے ہر ہائنس اٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنا داہنا ہاتھ ڈاکٹر خالد شیلڈرک کے ہاتھ میں دے کر کلمہ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ کا اعادہ کیا جس کے بعد ہی خود کو زندگی کی دوسری منزل پر پایا۔

ہر ہائنس کہتی ہیں کہ پیرس پہنچ کر جو سب سے پہلے کانوں کو تڑپا دینے والی آواز آئی یہ مؤذن کی آواز تھی جو کعبہ کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑا ہوا اذان کہہ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے سب سے پہلی نماز پیرس کی خوشنما مسجد میں ادا کی۔

جرمنی اور قرآن

جرمنی کو قرآن سے نسبتۃً ایک لگاؤ ہے اور وہ جس انداز میں ہے یقیناً برطانیہ کیلئے رشک کے قابل ہے کیونکہ ادہر گوئٹے ہے اور ادہر مارگولیتھ اور سیل صاحب ہیں ایک قرآن کا شیدائی ہے تو دوسرا شوخ نگاہ نقاد اور بدترک معترض۔

ابھی حال میں مکہ شریف کے مشہور نسخہ کلام شریف شیخ علی القاری جس کی نقل عرب کے نامی کاتب حافظ عثمان نے خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی کی تلاوت کیلئے لی تھی اس کو فوٹو بلاک کے ذریعہ سے جرمنی کے ایک فرم نے طبع کرایا ہے۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہر حیثیت سے قرآن مجید بہت اچھا اور بہت خوبصورت چھپا ہے۔

امتناع مسکرات اور حکومت نظام

انجمن ترک مسکرات سکندرآباد کی ایک تفریح گاہ کے افتتاح کے موقع پر جس کا نام کیز ریکریئیشن ٹمپرنس روم ہے صاحب پریذیڈنٹ بہادر بریگیڈیر جنرل کیز نے فرمایا۔

"سکندرآباد میں جب کبھی سوشل کاموں کیلئے روپیہ طلب کیا جاتا ہے تو آبکاری فنڈ سے ہی اس کی سبیل ہوتی ہے اس سے ثابت ہے کہ آبکاری فنڈ ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی خرچ نہیں ہوتا۔"

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہماری زندگی کا بیشتر حصہ اسلامی ریاستوں میں گزرا ہے جہاں منشی اشیا کا استعمال مذہباً ممنوع ہے۔ حکومت نظام کو عام طور پر اسلامی حکومت کہا جاتا ہے اسلئے مندرجہ بالا اقتباسات کو خاص طور پر پیش کرتے ہوئے اس قسم کے جملہ ممنوعات شرعیہ مثلاً سینما، تھیٹر، جواخانے وغیرہ سے متعلق قرآن مقدس کی ایک آیت کی تلاوت کافی ہے انما الخمر والمیسر والازلام رجس من عمل الشیطان۔

کیا عوام اب بھی اس سے عبرت حاصل نہیں کریں گے اور علمائے کرام اور صوفیائے عظام اب بھی اس کے دور کرنے کی طرف صحیح قدم نہیں اٹھائیں گے اور کیا حکومت نظام کے ارباب حل و عقد حکومت کی نام آوری کے لئے اس گتھی کے سلجھانے کی طرف خاص طور پر توجہ نہ فرمائیں گے۔ اخبارات کا فرض ہے کہ مسلسل اور پیہم مقالات سپرد قلم کریں تاکہ اس طرح کی انگشت نمائی کا موقع باقی نہ رہے۔

بمبئی گورنمنٹ اور بچوں کی تفسیر

الحمد للہ "بچوں کی تفسیر" کو عام طور پر پسند کیا جا رہا ہے۔ حال میں اردو اسکول بک کمیٹی پونا نے اردو پرائمری اسکولوں میں لڑکوں کو انعام دینے اور لائبریریوں کے لئے سرکاری طور پر منظور کیا ہے جس کے لئے ممبران ہر طرح شکریہ کے مستحق ہیں۔

ترجمان القرآن کا ٹائٹل

"ترجمان القرآن" کا ٹائٹل حیدرآباد دکن کے مایۂ ناز آرٹسٹ جناب عبدالقیوم ایم۔ اے صاحب کے غور فکر اور موئے قلم کا نتیجہ ہے۔ فن سے متعلق کچھ اس میں خوبیاں ہیں جو سرسری طور پر دیکھنے سے ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً مثلث، دائرہ، اور خط ان ہی چیزوں پر دنیا کا نظام اور انسان کی زندگی کا دارومدار ہے اور سمت یہ سب چیزیں نہایت خوبی کے ساتھ موجود ہیں۔

ملاحظہ ہو "ترجمان" کا "الف" اور "القرآن" کا الف سرد و عمود بناتے ہیں اور پھر ایک مثلث جس کے اندر القرآن لکھا ہوا ہے اصل مثلث یہی لیکن اس کے علاوہ ایک دوسرا مثلث بھی ہے جو پہلے مثلث کا ہمنا ہے یعنی "ترجمان" "القرآن" کی طرف توجہ منعطف کرا رہا ہے۔

القرآن کی روشنی کرۂ ارض پر پڑ رہی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن ساری دنیا کے لئے نور اور ہدایت ہے اور یہ گویا ان ھو الا ذکر للعالمین کی خاموش تفسیر ہے۔ اس رعایت سے ممکن تھا کہ کرۂ ارض کی خوشنما پیشانی پر یہی آیت شریف کا مونوگرام قائم کیا جاتا لیکن برعکس اس کے ایسی آیت کا انتخاب کیا گیا جس کا تخاطب براہ راست خاص کر مسلمانوں سے ہے۔ اس میں یہ راز پنہاں ہے کہ جو چیز جملہ اقوام عالم کے لئے ہدایت نامہ تھی حیف ہے کہ آج خود مسلمان اس کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اب آپ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر ٹائٹل کے سرنامے کی آیت شریف کی تلاوت فرمالیجئے۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انقلابِ عظیم کی ضرورت

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قرآن حکیم

"کہو۔ خدایا شاہی و جہانداری تجھی کو سزاوار ہے۔ تو جسے چاہے ملک بخشدے اور جس سے چاہے چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے۔ بیشک تیری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ تو ہی رات کو دن میں لے آتا ہے اور دن کو رات میں۔ جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے۔ اور تو جسے چاہتا ہے اپنے خزانہ کرم سے بے حساب بخش دیتا ہے۔"

دنیا خدا کی ہے اور خدا ہی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اس کو جس طرح چاہے چلائے یا چلانے کا حکم دے۔ اس میں کسی قوم اور کسی ملک کا استثناء نہیں۔ احمر ہو یا اسود، مشرقی ہو یا مغربی، امریکی ہو یا افریقی۔ غرض اس آسمان کے نیچے جو کوئی بھی بستا ہے اور اپنے کو انسان کہتا ہے اس کے لئے قدرت کا قانون ایک ہے اور اس کی پیدائش کا صرف ایک ہی منشاء ہے۔ اس قانون اور اس منشاء کے سامنے جو کوئی سر تسلیم خم کریگا وہ انسان ہے، وہ کامیاب ہے اور خدا کا پیارا ہے۔ برعکس اس کے جو کوئی سرتابی کرے گا وہ ظالم ہے، طاغی ہے، باغی ہے اور اس کو ضرور سزا ملنی چاہئے۔ یہ سنت اللہ ہے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا

ہر حاکم اور ہر بادشاہ اپنی اپنی رعیت کے لیے یہی کر رہا ہے اور اپنے اپنے محدود اور عارضی دائرے میں اپنی اس عمل کو حق بجانب سمجھ رہا ہے پس اس میں شک و ریب اور عذر و معذرت کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ سب حاکموں کا حاکم، سب بادشاہوں کا بادشاہ اور سب مالکوں کا مالک خدا بھی اپنی زمین پر بسنے والے اپنے آسمان کے نیچے رہنے والے، اپنی ہوا میں سانس لینے والے اور اپنی پیدا کی ہوئی اشرف مخلوق کو جو چاہے حکم دے اور اس کی زندگی کا منشا جو چاہے مقرر کرے اور اس کی خلاف ورزی کی شکل میں جس قسم کی چاہے سزا دے۔

اگر ایک باپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی اولاد سے اپنی فرمانبرداری اور اطاعت کا خواہش گار ہو اگر ایک آقا اس بات کا مجاز ہے کہ وہ اپنے ملازم پر چند سکوں کے عوض اپنی خوشنودی کے موافق فرض عائد کرے اور اگر ایک بادشاہ کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنی محکومی کیلئے ہر اس چیز کو اپنی رعایا کیلئے جائز سمجھے جو اس کے حیطۂ امکان میں ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ جس نے اولاد اور والدین آقا اور ملازم، بادشاہ اور رعیت سب کو پیدا کیا اور سب کا آقا اور سب کا بادشاہ ہے وہ اپنی محکومیت اور اپنی اطاعت اور اپنی فرمانبرداری کا ان سے کیوں نہ مطالبہ کرے۔

اگر والدین اولاد کی عارضی پرورش کر کے، آقا تنخواہ دیکر، بادشاہ چند انتظامی امور انجام دیکر ان لوگوں سے اپنی اپنی خواہش کے مطابق خدمات حاصل کر سکتا ہے تو تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا کہ وہ خدا جس نے اپنی ربوبیت، رحمانی اور رحیمی کے لاانتہائی انعامات سے نواز انواز رہا ہے نوازتا رہے گا، ہوا، پانی، زمین، آسمان، چاند، سورج، دریا، پہاڑ اور خود انسان کے جسم کے اندر اور جسم کے باہر جو کچھ بھر دیا ہے کیا اس کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے۔

اور پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کا منشا اور اس کا مطالبہ الگ الگ اور جدا جدا ہو، جس طرح کائنات کے اندر قدرت کا ایک ہی ہاتھ کام کر رہا ہے اور ہر شخص ایک ہی قانون میں جکڑا ہوا ہے ٹھیک اسی طرح اس کا منشا انسانوں کی تخلیق سے بھی صرف ایک ہی ہو سکتا ہے، یہودی ہوں یا نصرانی، سکھ

ہوں یا پارسی، ہندو ہوں یا مسلمان اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی اس لئے ہر قوم اور ہر ملک ہر قریہ کے لئے خدا کا پیغام آیا اور خدا کے رسول مبعوث ہوئے، ولکل قوم ھاد

ہر مذہب نے ایک ہی چیز کی تعلیم دی اور ہر آسمانی پیغام اور اس کے پہنچانے والے نے ایک ہی چیز کی دعوت و تبلیغ کی اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ یہ پکار ایک کی طرف سے تھی یہ آنے والے ایک کی طرف سے آئے تھے، وہ پکار اور وہ دعوت و تبلیغ کیا تھی غور کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ زمین والوں کو آسمانی قوانین میں جکڑنا ہی اصل مقصود تھا جس کو اصلاح کے نام سے پکارا گیا اور اس کی خلاف ورزی کو فساد کہا گیا اور پھر تاکیداً کہا گیا ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔

جو کچھ کہا گیا یہ حقیقۃ الامر تھا لیکن آج کیا حال ہے جس طرف دیکھو خودسری اور خود پرستی ہے۔ اب منشائے خداوندی کے پورا کرنے کی تڑپ کسی کے دل میں نہیں، افراد اسی دھن میں ہیں اور قومیں اسی ادھیڑ بن میں، رعایا اسی کی تکرار ہے اور حکمران اسی کے طلبگار، والدین اسی طرف بلا رہے ہیں اور اولاد اسی طرف جا رہی ہے اور اساتذہ اسی کی تعلیم دے رہے ہیں، مذہب کے نام پر بھی یہی کیا جا رہا ہے اور سلطنت کے نام پر بھی اسی کی طلب ہے۔

منشائے خداوندی کے مطابق نہ تو ہم محکوم رہنا چاہتے ہیں اور نہ حاکم ہم پر حکومت کرنا چاہتا ہے، خوشنودی مولا کے لئے نہ تو آج ہم زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں نہ کل کیلئے کوئی امید ہے، جدھر دیکھو فرعونیت ہے اور جس طرف نظر اٹھاؤ ایک قسم کی نمرودیت ہے۔ الا ماشاء اللہ

ہمیشہ سے افراد کی فطرت میں اسی کو ڈالا گیا اور قوموں کو اسی کی تعلیم دی گئی تھی، اسی کا نام مذہب تھا اور اسی کو اسلام کہتے تھے لیکن آج مغائرت کی انتہا نظر آتی ہے کیونکہ ہر شخص اور ہر قوم کا ایک الگ مذہب ہے اور ایک الگ اسلام ہے وکل حزب بما لدیھم فرحون۔

یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا اور اس کے لئے کوئی بھی جد و جہد نہیں کرتا کہ خدا کی یہ اشرف مخلوق یکجہتی کے ساتھ پھر خدا کے منشا کو پورا کرنے میں لگ جائے جو ایک ہی ہو سکتا ہے دو اور تین نہیں۔

مذہب کی تعلیم ہمیشہ ایک ہی رہی کیونکہ خدا کا منشا ایک ہی تھا۔ قوموں نے بار بار اسکو بھلایا اور پیغمبرانِ وقت نے بار بار آکر اس کو یاد دلایا۔ آخر میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن کی تعلیم دی گئی جس کو قیامت تک کے لئے آخری پیغام اور آخری دعوت قرار دیا گیا اور ایک قوم یعنی مسلمانوں کو اس کے لئے منتخب کیا گیا کہ وہ اب اسی فرض کو ادا کرتے رہیں گے جس کو انبیاء و رسل ہمیشہ سے انجام دیتے آ رہے تھے لیکن اس انتہائی مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے کہ رہبر خود رستہ بھول گیا اور روشنی دکھانیوالا خود ہی تاریکی میں ہے کیونکہ اسی چراغ کو گل کرکے علیحدہ رکھدیا ہے اور کیا قرآن اور مسلمانوں کے بارے میں آج اس کے سوا کوئی دوسری بات کہی جا سکتی ہے۔ اگر دنیا شاگرد ہو سکتی تھی تو مسلمانوں کی اور قرآن کو لیکر اگر دنیا کا کوئی استاد ہو سکتا تھا تو وہ مسلمان تھے لیکن جو حال آج شاگرد کا ہے وہی استاد کا کیونکہ استاد بنانے والی چیز پسِ پشت ہو کر رہ گئی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اگر یورپ لامذہبیت کی خودسرانہ زندگی بسر کرنے کے لئے ہر جا و بے جا چیز کو اختیار کئے ہوئے ہے تو ایشیا بھی صحیح معنوں میں خدا پرست باقی نہیں رہا ہے اور اگر نصرانی عیسوی تعلیم کو اور یہودی موسوی تعلیم کو مسخ کر چکے ہیں تو مسلمان بھی قرآنی تعلیم سے کورے ہو رہے ہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی تعلیم کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔

اگر مسولینی، ہنڈنبرگ اور میکڈانلڈ وغیرہ کوئی مذہبی آدمی نہیں ہیں تو نادر شاہ، رضا شاہ پہلوی اور مصطفےٰ کمال پاشا بھی روئے زمین پر حکومتِ الٰہی کے قیام کے لئے جہاد نہیں کر رہے ہیں اور اسی طرح اگر دنیا کی دوسری قومیں اپنے اپنے پیشواؤں کے دیئے ہوئے سبق کو فراموش کر چکی ہیں تو مسلمان کب مسلمان باقی رہے ہیں۔

اگر بالشویزم مذہب کا دشمن ہے تو یورپ زدہ مسلمان کون سی مذہب پرستی کا ثبوت دے رہے ہیں اور اگر روس کے مسلمان مذہبی قیود سے آزاد کئے جا رہے ہیں تو چین کے مسلمان کب مذہبی قیود

میں جکڑے ہوئے ہیں اور اگر شام و فلسطین، عراق و مصر کے مسلمان قومیت اور وطنیت کے رنگ میں رود نیل اور دجلہ کے پانی سے رنگین ہوتے جا رہے ہیں تو ہندوستان کے مسلمان کب گنگا اور جمنا کے پانی میں غوطے نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ نہ تو انڈین نیشنل کانگریس کا مطلب حکومتِ الٰہی کا قیام ہے اور نہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس، مسلم لیگ، خلافت کانفرنس اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس وغیرہ وغیرہ کی غرض خدا کے بندوں کو خدا سے وابستہ کرنا اور آسمانی قوانین کا پابند بنانا ہے۔

مسلمانوں کے اسلامی مدارس ہوں یا مغربی تعلیم کے لیے تعلیم گاہیں عملی رنگ میں حکومت الٰہی کی کہاں تعلیم ہے اور قوانین الٰہی کا پابند کہاں بنایا جاتا ہے۔ اس بات کو سوچو اور غور کرو ؟ ؟ ؟ ؟

مسجد کے ممبر ہوں یا قومی مجالس کے مواعظ اخبارات و رسائل کے صفحات ہوں یا مستقل تالیف و تصنیف کے اوراق، خانگی گفتگو ہو یا انجمن کے اندر تحاویز کے دستاویز۔ الغرض ان میں سے کسی ایک جگہ سے بھی قوانینِ الٰہی کے نفاذ اور حکومت الٰہی کے قیام کی مستقل طور پر صدا نہیں بلند ہوتی اور انسانوں سے یہ نہیں کہا جاتا کہ جس طرح تم اپنی مرضی سے آپ پیدا نہیں ہوگئے اسی طرح تم اپنی زندگی کا مقصد بھی آپ متعین نہیں کر سکتے بلکہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے وہی اس کا دستور العمل پیش کر سکتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں اور انسانی زندگی کے ہر شعبے میں یہی نظر آتا ہے کہ یا تو کھلم کھلا اپنے پیدا کرنے والے سے لوگوں نے بغاوت کر رکھی ہے یا مذہب کے بھیس میں اور مذہب کے نام پر غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی مبتلا کر رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی ملیں گے جن کو خلوص ہے اور کچھ کرنا چاہتے لیکن اس میں بھی اپنی رائے، اپنی خواہش یا غیر کی رائے اور غیر کی خواہش کی آمیزش کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عمل غلط ہے اس لیے نتیجہ بھی غلط ہی برآمد ہوگا جیسا کہ ہو رہا ہے۔

میں نے جو کچھ کہا اس کو قرآن کی روشنی میں دیکھنا چاہیے اور اس خدائی عینک کو آنکھوں پر چڑھا کر اپنا اور غیر کا تماشہ کرنا چاہیے پھر حرف بحرف اس بات کی تصدیق ہو جائیگی اور جو کچھ کہا گیا وہ بالکل صحیح ثابت ہوگا۔

جب حال یہ ہے تو اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دنیا کے ہر گوشے میں ایک انقلاب عظیم کی ضرورت ہے زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب عظیم کی ضرورت ہے اور یہ ایسا ہی انقلاب ہو جو عالمگیر ہو، ہمہ گیر ہو اور نہایت زبردست اور حد درجہ موثر ہو۔

ضرورت کا احساس اس راہ کی پہلی منزل ہے اس کے بعد اس حربے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے سے یہ انقلاب لایا جائے پھر تیسرے درجہ میں اہم امر ہے کہ اس حربہ کا استعمال کیونکر ہو ان ہر سہ سوال کا جواب ہماری طرف سے نہیں آسمان و زمین کے مالک خدا انسانوں کے پیدا کرنے اور پالنے والے رب العالمین کی طرف سے قیامت تک کے لئے ایک اور صرف ایک ہے یعنی "قرآن"۔

قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ اسی کے بتلائے ہوئے طریقے پر عام اور لازمی ہو تو احساس صحیح بھی پیدا ہو جائیگا اس کا طریق استعمال درصرف بھی معلوم ہو جائیگا اور انشاءاللہ نتیجہ بھی سامنے آجائیگا۔ قرآن کی تعلیم سے خود رائی، خود غرضی، خودسری مٹ جائیگی، فساد فی الارض دور ہو جائیگا، امن عام قائم ہو جائیگا، انسانوں کے اندر انسانیت آجائیگی، مسلمان مسلمان بن جائیں گے، خالق اور مخلوق، عبد اور معبود کی حدیں سمجھ میں آجائینگی۔ اور ایسا معیار ہاتھ آجائیگا کہ حق و باطل کی پرکھ آسان ہو جائیگی اور دل کی آنکھوں پر حق کی عینک اس طرح چڑھ جائیگی کہ ہر قطرہ اور ہر ذرہ اپنے اپنے اصلی رنگ میں ہر گھڑی اور ہر آن پیش نظر ہوگا۔

آج جو دنیا باغی اور غاصب بنی ہوئی اپنی اپنی من مانی زندگی بسر کر رہی ہے وہ حکومت الٰہی کی شکل میں تبدیل ہو جائیگی انسانوں میں عبدیت کی شان پیدا ہو جائیگی اور لوگوں کے دل محبت الٰہی سے معمور ہو جائینگے ہم جس کا نام قرآن کی قائم کی ہوئی ارضی جنت کہتے ہیں۔

ہماری دعا کا ایک شعر

نقشہ کوئی پھر بدل دے دنیا کا   پھر جائے سماں قرون اولے کا

دوسری دنیا

(ابو محمد مصلح)

الٰہی میری دعا مستجاب ہو جائے
جہاں میں قوم مری لاجواب ہو جائے

زمین پہ تیری حکومت ہو آسماں والے
ہمارے سامنے یہ انقلاب ہو جائے

جہاں میں تیری نیابت ہو اور ترا قانون
خلاف اس کے کرے جو خراب ہو جائے

رہے نہ نام بھی فرعونِ وقت کا باقی
سفینہ ایسوں کا پھر غرقِ آب ہو جائے

ہر ایک قوم کا ہر فرد ہو ترا محکوم
ہر ایک حاملِ اُمّ الکتاب ہو جائے

ہو ایشیا کہ وہ یورپ ہو اے خدا جہاں
وہ آفتاب تو یہ ماہتاب ہو جائے

قیام پھر ہو ہر اک سمت امنِ عالم کا
تیری کلام سے ہر ایک فیضیاب ہو جائے

ہر اک کے دل میں محبت ہو جوش زن تیری
ترا غلام ہر اک شیخ و شاب ہو جائے

کچھ اور چاہتا تجھ سے نہیں ترا مصلح
تری جناب میں یہ باریاب ہو جائے

نزولِ قرآن کی اصل غرض

قرآن خدا کا کلام ہے

(مولانا مناظر احسن گیلانی)

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ

اور اگر ہو تم لوگ دبدھے میں اس بات کی طرف سے جسے ٹپکایا ہم نے اپنے پجاری اور بندہ پر تو لاؤ کوئی سورہ مانند اس کے

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

اور پکارو اپنے نگرانوں کو جو اللہ کے سوا ہیں، اگر ہو تم لوگ سچے۔

"پہلا رُخ"

بحر و بر خشکی و تری میں پکار دیا گیا کہ انسانوں کا سارا علمی سرمایہ خواہ آسمانی ہو یا زمینی بیرونی ہو یا اندرونی، شک کی چنگاریوں و ریب کے شراروں سے بھرا ہوا ہے ان سے لپٹ کر جو چین حاصل کرنا چاہیگا صرف بے چین ہوگا، یقین کی خنکی صرف ذالک الکتاب (اس کتاب) میں بند کر دی گئی ہے جو لاریب فیہ ہے۔

مگر ان میں کچھ لوگ ہیں جو جھجکی رہے ہیں آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے ہیں، دبدھوں میں مبتلا رہے ہیں، رہ رہ کر ان کے دلوں میں ہوک اٹھتی ہے، وسوسے کھولتے ہیں۔

"کیا واقعی یہ انسان کا کلام نہیں ہے؟ حرا کا پجاری بے شک اپنے مالک کا بڑا سچا اور مخلص پجاری اور اس کا بڑا بندہ ہے، لیکن جس کلام کو کہا جا رہا ہے کہ بندے کا نہیں بلکہ خدا کا ہے کیا وہ بندے ہی کی زبان"

"سے ادا نہیں ہوا"۔
"انسان کے دماغ سے دل سے جان سے جو باتیں اس"
"کی زبان پر ٹپکتی ہیں ان میں اور ان باتوں میں کیا فرق ہے"
"جو نبی کے دل پر، دماغ پر، زبان پر کائنات کی مخفی روح"
"اور جانوں کی جان، کل یوم ہو فی شان کے یہاں سے ٹپک"
"ٹپک کر سارے عالم میں پھیلتی ہیں"۔

لیکن تم کیوں کہتے ہو کہ آسمانوں کے چمکتے ہوئے اجرام، اور زمین کے جمادی، نباتاتی، حیوانی اجسام تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کے پیدا کئے ہوئے نہیں ہیں، نہ تمہارے دل میں اس کا کبھی کھٹکا ہوا، اور نہ تم میں جو مالیخولیائی مغز رکھتے ہیں، ان کے اندر اس احتمال نے ہلچل پیدا کی کہ فلسفہ کے بھی کسی اسکول میں یہ دعوے نہیں پایا جاتا، ہمالیہ کو ہمارے خاندان کے بزرگوں نے وجود بخشا ہے، گنگا ہمارے اسلاف کی ایجادی قوت کا ایک نمونہ ہے، دل اس دعوے کی جرأت سے کیوں کانپتا ہے، فطرت اس خیال کو کیوں جھٹلاتی ہے۔ آخر جنون اور ہذیان کے بخروں سے اس کی عقل کیوں گھائل کی جائے گی۔ جو آم کے درختوں کو اپنے "والد مرحوم" کا مخلوق اور سنتروں کو اپنے اجداد مغفور کی تخلیقی اولوالعزمیوں کی یادگار قرار دینے پر اصرار کرے۔

مصریوں نے زمین پیدا کی، ہندیوں نے سمندر بنایا، بابل والوں نے آفتاب نکالا، ماہتاب یونانیوں کی ایجاد ہے، اور رومیوں کی،

کیا ان نظریوں کی کسی میں جسارت ہے؟ ہاں! انسان مٹھی کی کسی ٹانگ کا کروڑواں حصہ بھی پیدا نہیں کرسکتا، مچھر کی سونڈھ کے ریشہ میں کسی اضافہ کی اس کے اندر سکت نہیں۔ نہ یہ کسی ایک کے قابو میں ہے۔ اور نہ سب کے بس کی بات ہے، اور یہی دلیل ہے کہ کائنات کی کوئی چیز بڑی ہو، یا چھوٹی، ذرہ ہو یا آفتاب، یہ انسانی کام نہیں ہے۔

پھر جب قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ پورا قرآن، اس کی دس سورتیں یا اس کی ایک سورہ کے برابر بھی تم میں کوئی ایسا کلام نہیں لاسکتا، نہ جدا جدا ہوکر اس کی سعی میں کامیابی ہوسکتی ہے اور نہ سمٹ کر بلکہ انسانوں کے ساتھ اگر جنوں کو بھی شریک کرلیا جائے اور ان میں ہر ایک دوسرے کی پیٹھ میں زور پہنچائے، حتیٰ کہ خالق کائنات کے سوا تمام مخلوقات اور کائنات کو اس کام کی نگرانی اور شہادت کے لئے مدد کرلیا جائے جب بھی یہ ممکن نہیں، تو کیا یہ روشن برہان نہیں ہے کہ جس طرح کائنات اور اس کے اجزا انسانی کام نہیں ہیں، اسی طرح پورا قرآن اور اس کی ہر سورہ بھی انسانی کلام نہیں ہے۔

یارب

یوں تو ہے ہر ایک کام تیرا بے مثل — لیکن ہے یہ لطفِ عام تیرا بے مثل
کس منہ سے ادا کروں میں وصفِ قرآن — بے مثل ہے تو کلام تیرا بے مثل

"مصلح"

قرآن غیر اقوام میں

درسِ انقلاب

(ابو محمد مصلح)

ایکہ ترے دل سے ذرّوں کو بھی ہے برتری
ظلمتیں دُور ہوگئیں مٹ گئی رسمِ کافری

تیری ہر ایک آیتیں دیتی ہیں درسِ انقلاب
بزم میں کفر و شرک کی پھیل گئی ہے ابتری

نُقطے ہر ایک رشکِ گُل صفحے ہیں غیرتِ بہشت
لفظ کے معنے حور ہیں لفظ ہر ایک ہے پری

پردے میں تیرے ہائے ہائے یوں ہی ہے کوئی
کس سے بیان ہوسکیں تیرے نکاتِ دلبری

یاد دلا دیا سبق بھولا ہوا زمانے کو
تیرے کرم سے فیضیاب ہوگئے خشکی و تری

زیر کو کر دیا زبر پست کو کر دیا بلند
بخش دیا غلاموں کو تو نے جہاں کی سروری

مصلحؔ اسی سے تھا ہوا جو کچھ تھا کل تلک ہوا
کھیتی ہماری قوم کی ہوگی اسی سے پھر ہری

قرآن یورپ میں کیونکر پہنچا

(ہدیٰ)

ولید کی خلافت کے زمانے میں موسیٰ بن نصیر افریقہ کا گورنر تھا جس کے جرنل طارق نے ۹۲ھ میں جبل الطارق پر اسلامی جھنڈے کا پھریرا لہرایا اور پھر یورپ کو وہ چیز دی جس کا نام قرآن ہے یہیں سے سیدھا دنیا کا رموران، ملاغہ، غرناطہ اور قرطبہ، الجیرس اور سٹارگا میں قرآن مجید پہنچا۔ موسیٰ خود بھی قرآن ہاتھ میں لیے ہوئے آگے بڑھا اور سیول، میڈرڈ اور ٹولیڈو کو فتح کرتا ہوا فرانس میں وارد ہوا اور پیرینیز تک بڑھتا ہوا چلا گیا۔

قرآن کا خاصہ ہے کہ ایک مرتبہ جو کوئی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے پھر اس کا چھوڑنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جس قدر زیادہ اس کی طرف توجہ ہوتی ہے وہ اتنا ہی بقول محققین اور دلچسپ ہوتا جاتا ہے۔ ہسپانیہ کے نصرانی اس سے کیونکر بچ سکتے تھے۔ یہاں کے باشندے قرآن کے مطالعہ سے اکثر تو خود مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے اُن کا بھی یہ حال تھا کہ وہ جس ذوق و شوق سے قرآن مجید کی طرف متوجہ تھے اس کو دیکھ کر کلیسا تڑپ اٹھا اور پادری صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور ہوئے۔ ان حالات کو دیکھ کر اسلام کے متعصب دشمن آج تک قرآن کی قصص و تعلیمات کے متعلق یہی کہتے رہے کہ عیسائی بھی اس کو پڑھے اور تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور طلیطلہ کے اسقف الپاندروس نے اس اصول کو کہ "انسان فطرتاً مسیحی نہیں بلکہ محض بیٹا بنا لینے سے خدا کا فرزند ہوا" قرآن کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیا گیا۔

قرآن کا چراغ جب کسی مقام پر روشن ہوتا ہے تو اپنے ماحول کو منور کر دیتا ہے اور

دُور دُور سے صحیح الفطرت پروانے پروانہ وار نثار ہونے کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ جرمن کا مشہور مصلح اعظم لوتھر المتولد ۱۴۸۳ء نے بھی قرطبہ اور طلیطلہ کا سفر کیا اور جب قرآن کی نورانی تعلیم سے اپنے دل و دماغ کو روشن کرچکا تو اس کتاب مقدس کا ایک نسخہ لے کر جرمنی کو واپس ہوا اور لاطینی ترجمہ کی مدد سے جرمنی زبان میں قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ پیش کیا۔

فرانس میں قرآن مجید گیارہویں صدی عیسوی سے پہلے پہنچا اور بارہویں صدی کی ابتدا میں قرآن کا لاطینی ترجمہ ہوا اور اٹلی میں چودہویں صدی میں اور جرمنی میں پندرہویں صدی عیسوی میں قرآن کی مجلدات پہنچیں۔

اگرچہ تاریخ کا یہ صفحہ مسلمانوں کو قیامت تک خون کے آنسو رلاتا رہے گا کہ ہسپانیہ کے دس لاکھ مسلمان باشندے ملک بدر کئے گئے" مگر عدو شرے بر انگیزد کہ خیرِ ما دروں باشد" ان جلاوطن مسلمانوں کے ساتھ قرآن ہی تھا اور پھر یہ یورپ کے جس گوشے میں گئے قرآن کو لیتے گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ انجیل والوں کے گھروں میں قرآن بھی نظر آنے لگا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر خلیفہ ولید نے عین وقت پر موسےٰ کے ساتھیوں کو واپس نہ بلا لیا ہوتا تو آج ترکوں کی طرح سارے کے سارے نصرانی بھی مسلمان ہوگئے ہوتے اور کیا عجب ہے کہ قدرت نے اُس کو کسی اور بہتر موقع کے لئے اُٹھا رکھا ہو۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ہ

مذاہبِ عالم کی صحیح تاریخ

ایک بادشاہ نے اپنے ایک ایلچی کے ہاتھ اپنی رعایا کیلئے ایک وقت میں جس قانون کو مناسب خیال فرمایا روانہ کیا۔ رعایا نے قبول کیا اور عمل پیرا ہوئی۔ پھر اسی بادشاہ نے کچھ مدت کے بعد دوسرا ایلچی کے ذریعہ ایک دوسرا دستور العمل نافذ کرایا۔ اسطرح مسلسل کئی ایلچی آئے اور اخیر میں ایک آخری ایلچی کے واسطے سے ایک آخری دستور العمل سونپا گیا۔ اب اُس قوم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو ایک ایلچی اور ایک قانون کو تو مانتی ہے اور دوسرے ایلچی اور دوسرے قانون سے سرتابی کرتی ہے؟ غور کرو تو مذاہب عالم کی بھی صحیح تاریخ یہی ہے!!!

مصلح

مسٹر پکتھال کا انگریزی ترجمۂ قرآن

(مولانا سید ہاشمی فرید آبادی)

چند سال ہوئے پادری زویمر حیدر آباد آئے تھے۔ یہ صاحب مصر و عراق وغیرہ عربی ممالک میں مدت دراز سے دینِ مسیحی کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں اور اسلامی علوم اور عربی قوموں سے خوب واقف ہیں مسیحی تبلیغ میں نہایت سرگرم و ممتاز ہونے کے ساتھ، ان کی دینِ اسلام سے دلی عداوت بھی کافی مشہور ہے، اگرچہ ممکن ہے اس شدت میں مذہبی مخالفت سے زیادہ سیاسی رقابت کا دخل ہو۔ بہر حال ان سے ایک چائے کے جلسے میں راقم الحروف کی ملاقات ہوئی پادری صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ اردو زبان میں قرآن شریف کے کتنے ترجمے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک تعداد نہیں معلوم آٹھ تو ترجمے ضرور ہو چکے ہیں۔ تب فخر یہ کہنے لگے کہ اس معاملے میں بھی ہماری زبان انگریزی فوقیت رکھتی ہے جس میں قرآن (شریف) کے چودہ ترجمے کیے جا چکے ہیں۔ مگر میرے اس سوال پر کہ ان ترجموں کی نوعیت اور درجہ استناد کیا ہے پادری صاحب کچھ خفیف سے ہو گئے۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ جس قوم نے خود اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کرنے میں باک نہ کیا اس سے یہ توقع رکھنی فضول ہے کہ قرآن شریف کا صحیح ترجمہ کرنے کا اہتمام کرے گی۔

دوسری طرف وہ انگریزی تراجم ہیں جو خود مسلمانوں نے کیے۔ اور ظاہر ہے کہ ان میں تعصب یا نافہمی کی غلطیاں نہیں ہیں جو انگریزی مترجموں کی خصوصیت ہے۔ مسلمانوں کے ان ترجموں میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور قرآن شریف کے متن کے ساتھ کئی بار چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ اس ترجمہ نے ہندوستان میں بھی کافی قبولیت

پائی اور دوسرا انگریزی ترجمہ کے مقابلے میں یقیناً زیادہ قدر و منزلت کا مستحق ہے۔
بایں ہمہ ادبی اعتبار سے یہ ترجمہ کوئی پایۂ عالی نہیں رکھتا اور نہ غالباً مترجم نے اس بات کا کوئی
خاص اہتمام کیا کہ کسی اعلیٰ درجہ کے عربی شناس انگریز ادیب سے اس کی اصلاح و درستی میں مدد
لی جائے۔ یہ مسلّم ہے کہ قرآن شریف روحانی اور اخلاقی ہدایت کا سرچشمہ ہونے کے علاوہ عربی
ادبیاتِ عالیہ کی سب سے پہلی اور سب سے بہتر کتاب ہے اور کسی غیر زبان میں اس کا صحیح
و فصیح ترجمہ کرنا، حافظ و عمر خیام کے کلام کو ترجمہ کرنے سے یقیناً زیادہ محال ہے۔ خود اسلامی
زبانوں میں جو ترجمے ہوئے ان میں بھی غالباً شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمے کے سوا
کوئی ترجمہ ہر اعتبار سے قابلِ اطمینان تسلیم نہیں کیا گیا۔ پس ایک ہندوستانی آدمی سے یہ
امید کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ قرآنِ شریف کو ایک بالکل غیر زبان (انگریزی) کے بہترین
قالب میں ڈھال دے گا۔

اس دشواری کا حل ظاہر ہے کہ صرف دو طرح سے ممکن ہے۔ ایک تو یہ کہ کوئی عرب
مسلمان جو انگریزی زبان کا بھی اعلیٰ درجہ کا ادیب ہو، انگریزی میں ترجمہ کرے اور یا یہ کہ
کوئی انگریز ادیب جو عربی زبان اور نیز اسلامی علوم میں مہارت تامہ رکھتا ہو، یہ کام اپنے
ذمے لے۔ مجھے یقین ہے کہ پوری زو یمر کے چودہ ترجموں میں سے کوئی ایک ترجمہ بھی اس معیار
پر سلامت نہ اترے گا یعنی قرآن شریف سے حسنِ ظن رکھنا ایک طرف، کسی انگریز مترجم
نے محض عالمانہ تحقیق اور خالص علمی خدمت کے لئے بھی اس دشوار گزار کام کو سرانجام نہیں دیا
اور اسی وجہ سے ان میں کوئی ترجمہ کامیاب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اسے محض ایک خدا ساز
صورت سمجھنا چاہیے کہ خود ایک انگریز ادیب حلقہ بگوش اسلام ہوا اور اس نے زیادہ تر مذہبی
جذبے سے اس مبارک کام کو اپنے لئے دنیا اور آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ سمجھا۔ بے شبہ ہمارے

محبوب و محترم دوست مسٹر مارماڈیوک پکتھال عربی زبان کے جیّد عالم نہیں ہیں لیکن ان کی عربی
دانی اور خصوصاً مطالعۂ قرآنی انگریزی کے کسی دوسرے مترجمِ قرآن سے کم نہیں ہے اسی کے ساتھ
وہ انگریزی زبان کے نہایت عالی رتبہ ادیب ہیں۔ پھر انھوں نے اپنی عربیت کی کوتاہی کو
مصری علماء کی مدد سے خاص قاہرہ میں رہ کر پورا کیا ہے اور اسی لئے مجموعی طور پر یہ کہنا غلط نہیں ہے
کہ قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ کرنے میں جو بہتر سے بہتر انتظام اس وقت ممکن تھا وہ پہلی مرتبہ
پکتھال صاحب کی کوشش سے عمل میں آ گیا اور خوب ترین انگریزی طباعت، جلد بندی وغیرہ کے
ساتھ ان کا انگریزی ترجمۂ قرآن شایع ہوا۔ جزاہ اللّٰہ خیر الجزا ؛

پکتھال صاحب کے ترجمے کے ساتھ عربی متن شامل نہیں ہے اور یقیناً یہی سبب ہے کہ
اُسے انگریزی داں مسلمانوں میں وہ قبولیت حاصل نہیں ہوئی جو محمد علی صاحب کے ترجمے کو میسّر ہے
اُمید رکھنی چاہیئے کہ بعض موقر احباب کی فرمایش سے فاضل مترجم قریب زمانے میں اپنے انگریزی
ترجمے کو مع متنِ قرآن دوبارہ طبع کرا دیں گے اور ہدیہ بھی اتنا رکھیں گے کہ متوسط طبقے کے انگریزی
داں مسلمان اس سے استفادہ کر سکیں۔ دوسرے ممکن ہو تو اس مرتبہ ہندوستان کے مسلمان علماء سے بھی انکو
ترجمے پر نظرِ ثانی کرنے میں مدد لینی چاہیئے تاکہ اگر کوئی جزئی فروگزاشت یا اختلافی چیز قابلِ توضیح
رہ گئی ہو تو اس دوسری طبع کے وقت وہ کسر پوری کر دی جائے ؛

پکتھال صاحب کے ترجمۂ قرآن کی فضیلت کا ہم نے صرف اصولاً ذکر کیا۔ کسی تفصیلی
بحث کرنے کا یہ محل نہیں ہے مگر اجمالاً یہ لکھنا مناسب ہوگا کہ اس ترجمے کی زبان انگریزی فصاحت
کا نمونہ ہے اور اسی کے ساتھ کتاب اللہ کے ایک ایک لفظِ مقدس کی نہایت احتیاط سے پیروی
کی گئی ہے اسی مضمون کے آخر میں ہم نے قرآن شریف کی سب سے پہلی منزل صورت (یعنی علق)
اور معوذتین کو آیات کا نمبر ڈال کر نقل کیا ہے اور بطور نمونہ راڈویل، مولوی محمد علی اور آخر میں

مسٹر پکتھال کا ترجمہ انگریزی میں پیش کردیا ہے شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا اردو ترجمہ بھی متن قرآن کے سامنے تحریر ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان انگریزی ترجموں کو غور سے دیکھنے کے بعد، ہر شخص جو انگریزی کا ادبی ذوق رکھتا ہے اس نمایاں فرق اور صریح فوقیت کا اندازہ کئے بغیر نہ رہے گا جو پکتھال صاحب کے ترجمے کو دوسروں پر حاصل ہے۔ دوسرے انگریزی تراجم میں پامر اور سیل کے ترجمے بھی مشہور ہیں مگر سیل نے غالباً کسی اطالوی یا لاطینی ترجمے سے ترجمہ کیا تھا اور پامر نے الفاظ قرآنی کی پوری پابندی لازم نہیں سمجھی۔ یوں بھی ادبی اعتبار سے راڈویل کا ترجمہ بہت بہتر سمجھا جاتا ہے پیش کردہ نمونے سے پکتھال کے مقابلے میں اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی ؎

پکتھال صاحب کے ترجمے کی یہ خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ انھوں نے توراۃ و انجیل کی زبان اختیار کی ہے۔ یورپ کی زبانوں میں قرآن شریف کا کامیاب ترجمہ اسی طرح ممکن ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے سب سے پہلے نواب عماد الملک (بلگرامی) مرحوم نے اسی اصول پر قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ شروع کیا تھا مگر افسوس ہے کہ وہ پورا نہ ہو سکا اور اس کے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس متین و پاکیزہ طرزِ تحریر میں ترجمہ کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اس کے لئے علم و فضل کے علاوہ بہترین ذوقِ ادبی سے متصف ہونا ضروری ہے ؎

ہر سورۃ کے ترجمے کے ساتھ پکتھال صاحب نے اس کی شانِ نزول اور مطالب کو بھی مختصر طور پر لکھ دیا ہے لیکن حقیقت میں سب سے پُر مغز اور دلچسپ تحریر ان کا مقدمہ کتاب ہے جس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات اس جامعیت سے لکھے ہیں کہ بے اختیار آفرین کہنے کو جی چاہتا ہے۔ میں مختلف سورتوں کی تنزیل کا بھی بہت خوبی سے ذکر آگیا ہے۔

انگریزی ترجمہ پورا کرنے کے بعد پکتھال صاحب انگلستان سے قاہرہ گئے اور کئی مہینے وہاں رہ کر محمد بے احمد الغمراوی کے ساتھ اس کی اول سے آخر تک نظرِ ثانی کی یہ صاحب جامعہ لندن کے

فارغ التحصیل اور صاحب زبان ہونے کے علاوہ قرآن شریف کے مطالعے سے خاص شغف رکھتے ہیں۔ مزید برآں، ترجمے کی تصحیح و تحقیق میں ہر موقع پر حضرت علامہ شیخ مصطفیٰ (المراغی) سے جو ایک زمانے میں جامعہ ازہر کے صدر معلم تھے اور مصر کے علمائے فحول میں شامل ہیں بیش بہا مدد ملتی رہی ہے۔

واضح رہے کہ علمائے مصر کا ایک بڑا گروہ قرآن شریف کا کسی زبان میں ترجمہ کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ چنانچہ وہاں آجکل قانوناً تراجم قرآن کی اشاعت و فروخت ممنوع ہے اور مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا انگریزی ترجمہ برسرِ عام جامعہ ازہر میں جلایا جا چکا ہے۔ پکتھال صاحب کے ترجمے کی بھی اس گروہ کی طرف سے مخالفت ہوئی اور فاضل مترجم کو وہاں کے اخباروں میں مضمون لکھکر نیز زبانی گفتگو میں ان صاحبوں کو سمجھانا پڑا کہ عجمی اقوام تک قرآن حکیم کا پیام پہنچانا کس قدر ضروری ہے۔ آخر مصالحت کی یہ صورت تجویز ہوئی کہ پکتھال صاحب اپنے ترجمے کو تعبیر قرآن کے نام سے موسوم کریں چنانچہ انہوں نے اسے "قرآن ذی شان کے معنی" کے نام سے شائع کیا ہے۔ باوجود اس اہتمام کے کچھ مدت ہوئی کہ حکومتِ مصر نے اس ترجمے کی نسبت یہ رائے قائم کی کہ گو دوسرے سب تراجم سے یہ بہتر ہے لیکن مذہبی طور پر اس کی اشاعت مناسب نہ ہوگی۔ ممکن ہے اس قدغن کا ایک سبب یہ ہو کہ پکتھال صاحب کا ترجمہ متن عربی کے بغیر شائع ہوا ہے۔ بہر حال ان تمام حالات کو خود انہوں نے تفصیل و خوبی کیساتھ رسالہ اسلامک کلچر (جولائی ۱۹۳۱ء) میں تحریر کر دیا ہے۔

پکتھال صاحب کو قبول اسلام کیساتھ اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامی کی بعض خدمات جلیلہ انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرمائی اگرچہ خود انکی کسر نفسی و عزلت پسندی اور کچھ مسلمانوں کی عام بےحسی او رجہالت کے باعث انکی جیسی چاہئے قدر و منزلت نہ ہوئی۔ باایں ہمہ ہمیں امید ہے کہ انکا انگریزی ترجمۂ قرآن بجائے خود ایسا کارنامہ ثابت ہوگا جو دین و دنیا میں انکی سرخروئی کا باعث ہوگا اور ملت مرحوم کے مشاہیر میں انکے لئے ایک رتبۂ شائستہ حاصل کئے بغیر نہ رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نمونہ ہائے تراجم

(ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ)

(۱) سورۃ العلق مکیۃ	
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے
۱۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝	۱۔ پڑھ ساتھ نام پروردگار کے جس نے پیدا کیا۔
۲۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝	۲۔ پیدا کیا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے۔
۳۔ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝	۳۔ پڑھ اور پروردگار تیرا بہت کرم والا ہے۔
۴۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝	۴۔ جس نے سکھایا ساتھ قلم کے۔
۵۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝	۵۔ سکھایا آدمی کو جو کچھ نہیں جانتا تھا۔
۶۔ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۝	۶۔ ہرگز نہیں یوں تحقیق آدمی البتہ سرکشی کرتا ہے
۷۔ اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی ۝	۷۔ اس سے کہ دیکھتا ہے اپنے تئیں بے پرواہ اور غنی ہوا۔
۸۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ۝	۸۔ تحقیق طرف پروردگار تیرے کے پھر جانا۔
۹۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ۝	۹۔ کیا دیکھا تو نے اس شخص کو کہ منع کرتا ہے۔
۱۰۔ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝	۱۰۔ بندے کو جب نماز پڑھتا ہے۔
۱۱۔ اَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰۤی ۝	۱۱۔ کیا دیکھا تو نے اگر ہو وہ شخص اوپر ہدایت کے۔
۱۲۔ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ۝	۱۲۔ یا حکم کرے ساتھ پرہیزگاری کے۔

۱۳- أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ — ۱۳- کیا دیکھا تو نے یہ کہ جھٹلایا اور منہ پھیرا

۱۴- أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ — ۱۴- کیا جانا اُس نے یہ کہ اللہ دیکھتا ہے۔

۱۵- كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۙ — ۱۵- ہرگز نہیں یوں اگر نہ باز رہیگا البتہ گھسیٹیں گے ہم اس کو ساتھ پیشانی کے۔

۱۶- نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ — ۱۶- وہ پیشانی کہ جھوٹی ہے خطا کار۔

۱۷- فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ — ۱۷- پس چاہیے کہ بلاوے مجلس اپنی کو

۱۸- سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ — ۱۸- اشتاب ہم بلا دیں گے فرشتوں دوزخ کے کو

۱۹- كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ — ۱۹- ہرگز نہیں یوں مت کہا مان اُس کا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

(۲) سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنیوالے مہربان کے

۱- قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ — ۱- کہہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ پروردگار صبح کے۔

۲- مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ — ۲- برائی اس چیز کی سے کہ پیدا کیا ہے۔

۳- وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ — ۳- اور برائی اندھیرا کرنے والی سے جس وقت چھپ جائے۔

۴ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ — ۴- اور برائی پھونکنے والیوں کی سے بیچ گرہوں کے

۵ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ — ۵- اور برائی حسد کرنے والے کی سے جب حسد کرے

(۳) سُوْرَةُ النَّاسِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنیوالے مہربان کے

۱۔قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ	۱۔ کہہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ پروردگار لوگوں کے
۲۔مَلِكِ النَّاسِ ۙ	۲۔ بادشاہ لوگوں کے
۳۔اِلٰهِ النَّاسِ ۙ	۳۔ معبود لوگوں کے
۴۔مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ	۴۔ برائی وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانیوالی کی سے
۵۔الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ	۵۔ وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے بیچ سینے لوگوں کے
۶۔مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۧ	۶۔ جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے۔

ڈپٹی نذیر احمد

سورۃ الفلق ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	(شروع) اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے)
۱۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ	۱-۲۔ (اے پیغمبر اپنی حفاظت کیلئے یوں) دعا مانگا کرو کہ میں
۲۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ	تمام مخلوقات کی شر سے صبح کے مالک (یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں
۳۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ	۳۔ اور اندھیری رات کی شر سے جب اسکا اندھیرا تمام چیزوں پر چھا جائے
۴۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ	۴۔ اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں یعنی جادوگرنیوں کی شر سے
۵۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۧ	۵۔ اور ہونسنے والے کی شر سے جب وہ ہونسنے لگے۔
سُوْرَۃُ النَّاسِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	(شروع) اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے)
۱۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ	۔ (اے پیغمبر اپنی حفاظت کیلئے یوں) دعا مانگا کرو
۲۔ مَلِكِ النَّاسِ ۙ	(شیطان) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا (اور خود)
۳۔ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ	نظر نہیں آتا (اور جنات اور آدمی (دونوں ہی کی قسم کے)
۴۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ	وسوسے انداز (ہوتے ہیں) انکی شر سے میں لوگوں کے پروردگار
۵۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۧ	لوگوں کے (حقیقی) بادشاہ لوگوں کے معبود (برحق یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں۔

Rodwell's Translation.

(1) Clots of Blood.

In the name of God, the compassionate, the merciful. 1. Read in the name of thy Lord, who created; 2. Created man from Clots of Blood. 3. Read for thy Lord is the most beneficient. 4. Who hath taught the use of the pen. 5. Hath taught man that which he knew not. 6. Nay verily, man is extravagant in wickedness. 7. Because he seeth himself possessed of wealth. 8. Verily unto the Lord is the return of all. 9. What thinkest thou of him who forbiddeth. 10. A servant to God when he prayeth? 11. What thinkest thou? that he hath followed the true guidance or enjoined piety. 12. What thinkest thou, if he hath treated the truth as a lie and turned his back? 13. Doth he not know that God seeth. 14. Nay verily, if he desist not, we will assuredly seize him by the forelock. 15 The lying sinful forelock. 16. Then let him summon his associates; 17. We too will summon the guards of Hell. 18. Nay, obey him not, but adore and draw nigh to God.

(2) The Daybreak.

In the name of God, the compassionate, the merciful. 1. Say, 'I betake me for refuge to the Lord of the Daybreak. 2. Against the mischief of his creation;

3. And against the mischief of the first darkness when it overspreadeth. 4. And against the mischief of enchantress. 5. And against the mischief of the envier when he envieth.

(3) Men.

In the name of God, the compassionate, the merciful. 1. Say: I betake me for refuge to the Lord of men, 2. The King of men. 3. The God of men. 4 Against the mischief of the stealthily withdrawing whisperer. 5. Who whispereth in man's breast. 6. Against djinn and men.

Moulvi Mohammad Ali's Translation.

(*Established 1920, Lahore*)

(1) The Clot.

In the name of Allah the Beneficent, the Merciful. 1. Read in the name of your Lord who created. 2. He created man from a clot. 3. Read and your Lord is most Hononrable. 4. Who taught (to write) with the pen. 5. Taught man what he knew not. 6 Nay man *is* most surely inordinate. 7. Because he sees himself free from want. 8. Surely to your Lord is the return. 9. Have you seen him who forbids. 10. A servant when he prays? 11. Have you considered if he were on the right way. 12. Or enjoined guarding (against evil)? 13. Have you considered if he gives the lie to the truth and turns his back? 14. Does he not know that Allah

does see ? 15. Nay, if he desist not, We would certainly smite his forehead. 16 A lying sinful forehead. 17. Then let him summon his council. 18. We too would summon the braves of the army. 19 Nay, obey him not, and make obeisance and draw nigh (to Allah).

(2) The Dawn.

In the name of Allah, the Benefcient, the Merciful. 1. Say: I seek refuge in the lord of the dawn. 2. From the evil of what He has created. 3. And from the evil of the utterly dark night when it comes. 4. And from the evil of those who cast (evil suggestians) in firm resolutions. 5. And from the evil of the envious when he envies.

(3) The Men.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful. 1. Say: I seek refuge in the Lord of men. The King of men. 3 The God of men. 4. From the evil of the whisperings of the slinking (devil). 5. Who whispers into the hearts of men. 6. From among the jinn and the men.

M. Pickthall's Translation.

---

(1) The Clot.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful. 1. Read: In the name of thy Lord who createth.

2. Createth man from a clot. 3 Read: And thy Lord is the Most Bounteous. 4. Who teacheth by the pen, 5. Teacheth man that which he knew not. 6 Nay, but verily man is rebellious. 7. That he thinketh himself independent. 8. Lo! unto thy Lord is the return. 9. Hast thou seen him who dissuadeth. 10. A slave when he prayeth? 11. Hast thou seen if he (relieth) on the guaidance (of Allah). 12. Or enjoineth piety? 13. Hast thou seen if he denieth (Allah's guidance) and is fro-ward? 14. Is he then unaware that Allah seeth? 15. Nay, but if he cease not We will seize him by the forelock. 16. The lying, sinful forelock. 17. Then let him call upon his henchmen! 18. We will call the guards of hell. 19 Nay! Obey not thou him. But prostrate thyself, and draw near (unto Allah).

(2) Daybreak.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful. 1. Say: I seek refuge in the Lord of the Daybreak 2. From the evil of that which He created. 3 From the evil of the darkness when it is intense. 4. And from the evil of malignant witchcraft. 5. And from the evil of the envier when he envieth.

(3) Mankind.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful. 1. Say: I seek refuge in the Lord of mankind. 2. The King of mankind. 3. The God of mankind. 4 From the evil of the sneaking whisperer 5. Who whispereth in the hearts of mankind. 6. Of the jinn and of mankind.

حکومتِ الٰہی

حکومت کا مذہب

(مُس بیں)

یورپ کی بدعتوں میں سے غالباً سب سے بڑی اور ناقابلِ معافی بدعت ریاست بلا مذہب کا تخیل اور کہیں کہیں اس کی بنیاد کا قائم کرنا ہی انقلابِ عظیم کے بعد ملم بزل فرانس نے سب سے پہلے اس بدعتِ سیئہ کا سنگِ بنیاد قائم کیا اور آج اس کے رجحانات سے اکثر لوگوں کے دماغ زہریلے ہو رہے ہیں۔

ترک جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور جب تک وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ہم بھی مسلمان سمجھتے رہنا چاہیں لیکن الغائے خلافت کے ہم رتبہ ان کی دوسری غلطی حکومت بلا مذہب کا قیام ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذہب سے ان ممالک کو کوئی سروکار نہیں اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ہم مسلمان بھی ہیں اور نہیں بھی۔ غور کیجئے۔ رعایا کے مذہب کی سربراہی اُن ممالک میں اب اس سے اور کیا زیادہ وقعت رکھے گی جتنی کہ دوسرے امور میں حکومت کا طرزِ عمل ہوتا ہے۔ یقیناً مذہب کو مذہب سمجھ کر ایسے ملکوں میں سلوک کرنا مشکل ہے اسی لئے اس کے بعد رعایا کے اندر بھی مذہب سے بے پروائی کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔ الناس علیٰ دین ملوکہم

ہندوستان جو قریب قریب مذاہبِ عالم کا مجموعہ ہے اس سلسلے میں اس کا معاملہ اور بھی نازک ہے۔ فی الحال تو انگریز حکمران ہیں اس لئے ان کا جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں لیکن حکومت خود اختیاری کے بعد یہاں کے مذاہب کے لئے جو سیلاب آنے والا ہے اس کے متعلق پیشگوئی کی جا سکتی ہے کہ یہاں بھی حکومت کا کوئی مذہب نہ ہوگا۔ بلکہ آئندہ کو اس سے بھی زیادہ خرابیاں وقوع پذیر ہو سکتی ہیں اس لئے کہ کئی سر آوردہ کانگریسی لیڈروں کے رجحانات اسی قسم کے ہیں جنہوں نے بعض تقریروں میں اس کو صاف صاف کہہ بھی دیا ہے۔ اُن کے پاس اس کے لئے ایک حجت بھی ہے وہ کہتے ہیں کہ آج سوراج کے حصول میں جو دقتیں ہیں وہ ان ہی مذہب والوں کی حائل کردہ ہیں اور جب تک مذہبیت قومیت اور وطنیت میں تبدیل

نہ ہو جائے گی ہندوستان ترقی نہیں کر سکتا۔

یہ جو اوپر کہا گیا ہندو لیڈروں ہی تک محدود نہیں ہے کیونکہ بعض ایسے مسلمان بھی ہیں جو یہ کہہ چکے ہیں کہ سوراجی حکومت سے اسٹیٹ ہو گی، اور اس امر کے اعادے میں تو ان کو مطلق باک نہیں ہے کہ "ہم پہلے ہندوستانی ہیں پھر مسلمان" نعوذ باللہ من شرور انفسنا

ہندوستان کے اہلِ مذاہب اگر غور کریں تو سچے اور کامل دین کا مقصد حکومتِ الٰہی کا قیام ہوتا ہے نصرانیوں کی دعا ہی یہ ہے کہ "اے خدا جیسی تیری حکومت آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو"۔

"قرآن مجید حکومتِ الٰہی" کا قیام کراتا ہے اس لئے میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ بیلاگ ہے آئینے پہلے بند باندھیں ابھی سے ہندوستان میں حکومتِ الٰہی کا مطالبہ کریں کیونکہ یہ ان کا پیدائشی حق ہے اور اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ عام اور لازمی کی جائے۔

حاکمِ اعلیٰ کے ایک محکوم کی شان

ہارون رشید اپنے خدم و حشم کے ساتھ شہر رقہ میں رونق افروز ہے اس اثنا میں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے آمد آمد کی خبر گرم ہوئی، لوگ اُمنڈ پڑے، چھوٹے بڑے آپ کے دیکھنے کو اس طرح بے تابانہ دوڑے کہ سر کا ہوش رہا نہ پاؤں کا خیال:۔

پادشاہ بیگم نے اس عجیب و غریب جوش و خروش اور مسرت و عقیدت کے دریا کو ٹھاٹھیں مارتے دیکھا تو کہا ——— درحقیقت بادشاہ تو عبداللہ بن مبارک ہیں پہلے نہ کہ ہارون رشید ——— جس کا کام بغیر فوج اور پولیس کے چلتا ہی نہیں۔

مصلح

اُصُولِ سیاست و اخلاق و قانون

یَارَبِّ إِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ فاضلانہ اور مفید و ضروری مضمون کئی نمبروں میں مسلسل شائع ہوگا۔ ناظرین کرام بغور مطالعہ فرمائیں۔ مدیر)

ایک مریض اپنے علاج کے لیے ایک طبیب حاذق سے رجوع کرتا ہے طبیب نہایت تشخیص کے بعد خوص ادویہ نہایت صحیح علم کی بنا پر نسخہ لکھ دیتا ہے۔ مریض کو اس طبیب کی حذاقت اور اس نسخہ کی صحت پر پورا پورا اعتقاد ہے وہ اس نسخہ کو سونے کے ایک نفیس پترے پر لپیٹ کر گلے میں لٹکا لیتا ہے۔ اور اس کی ایک ایک دوا کا نام روزانہ دس دس ہزار مرتبہ پوری خوش عقیدگی کے ساتھ رٹ لیا کرتا ہے کیا آپ باور کریں گے کہ اس کا یہ فعل اس کے مرض کو زائل کرنے میں نفع بخش ثابت ہوگا؟ شاید آپ کو اس کے جواب میں "نہیں" کہنے کے لئے ایک ادنیٰ سے غور و فکر کی بھی ضرورت نہ پیش آئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس فعل کی حماقت ایک امر بدیہی ہے طبیب کی حذاقت، تشخیص اور تجویز کی صحت، مریض کی عقیدت، سب اپنی اپنی جگہ علاج کیلئے مفید سہی مگر ان سب کی کامیابی اس پر منحصر ہے کہ طبیب کی تجویز کردہ دواؤں کو جسم تک پہنچنے، اور طبیعت مدبرہ بدن کو ان کے خواص سے فائدہ اٹھانیکا موقع دیا جائے۔ علاج کی یہ لازمی اور ضروری شرط پوری نہ ہوگی، تو طبیب کا کمال فن اور مریض کا اعتقاد اپنی غایت کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکیگا بنفشہ اور گاؤزبان کی خاصیت انکے جرم میں ہی نہ کہ انکے نام میں۔ اگر صحیح تشخیص کے بعد ان دواؤں کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا جائے تو جس بیماری کیلئے یہ مفید ہیں اس کو چند روز میں زائل کر سکتی ہیں لیکن اگر کوئی شخص تمام عمر بنفشہ بنفشہ اور گاؤزبان گاؤزبان کے الفاظ زبان پر جاری رکھے اور اس وظیفہ سے یہ امید رکھے کہ اسکا مرض زائل ہو جائیگا تو اپنی خیال سہت و محالست و جنون

ایک اعلیٰ درجہ کا ماہر قانون اپنے علم اور اپنی عقل کے سارے کمالات صرف کرکے، انسانی فطرت، زمانہ کی ضروریات اور ملک کے حالات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرکے ایک ایسا قانون بناتا ہے جس سے بہتر قانون بنانا ممکن نہیں ہے۔ قانون بہتر سے بہتر طریق پر طبع کرایا جاتا ہے۔ زرکار جلدیں بندھوائی جاتی ہیں۔ اطلس و دیبا کے غلاف چڑھوائے جاتے ہیں۔ ہر عدالت کے کمرے میں اسکی ایک ایک جلد سب سے اونچے مقام پر رکھدی جاتی ہے۔ ہر وکیل اسکو لیکر آنکھوں سے لگاتا ہے اور اپنے دفتر میں پورے احترام کیساتھ جگہ دیتا ہے۔ حکام عدالت اور وکلا دست روزانہ انتہائی عقیدت اور خوش الحانی کے ساتھ اسکو پڑھتے ہیں، اور کامل الیقین رکھتے ہیں کہ یہ بہترین قانون ہے مگر نہ وہ اسکو سمجھتے ہیں، نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، نہ سمجھنا ضروری سمجھتے ہیں، اور نہ مقدمات کی پیروی کرنے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اسکو استعمال کرتے ہیں، عدالت کی کارروائیوں کیلئے انہوں نے کچھ اور قوانین بنا رکھے ہیں، اور اُن کا اعتقاد یہ ہے کہ اس قانون کا تو حکم عدالت کے سر پر لٹکنا اور وکیلوں کے حرزِ جان رکھنا اور اس کے الفاظ کا پڑھنا اور سُن لینا ہی بس عدالت اور انصاف کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے! اور اسکی برکت سے تمام معاملات آپ سے آپ ہی درست ہو جاتے ہیں پھر جو حکام اُنسے بھی زیادہ خوش عقیدہ ہیں انکا عمل تو یہ ہے کہ جہاں کوئی مقدمہ پیش ہوا اور انہوں نے نہایت ادب کیساتھ اس قانون کی ایک دفعہ پڑھکر فریقین پر پھونکدی اب انہیں یقین ہے کہ مقدمہ کا فیصلہ خودبخود ہو جائیگا جہاں کوئی مجرم پیش ہوا اور انہوں نے قانون کی ایک تعزیری دفعہ لکھکر بنیر کے خانہ میں بند کر دی۔ اب وہ بادل بیٹھے ہیں کہ مجرم جیل کی کوٹھڑی میں پہنچگیا جہاں کسی مظلوم نے آکر فریاد کی اور انہوں نے اس قانون ہی سے ایک اور دفعہ نقل کرکے اسکے گلے میں باندھ دی اب ان کو پورا بھروسہ ہے کہ اسکی دادرسی ہو گئی۔

اگر ملک میں بہت بدامنی پھیلتی ہے اور لوگوں کے معاملات آپس میں خراب ہونے لگتے ہیں تو اس قوم کے لوگ جگہ جگہ جلسے منعقد کرتے ہیں اور ہر جلسہ میں شہر کا ایک سب سے زیادہ خوش الحان شخص کھڑا ہو کر اس قانون کی چند دفعات نہایت عمدہ آواز کیساتھ پڑھتا ہے سب لوگ احترام کیساتھ عقیدت کے کانوں سے اسکو سنتے ہیں مگر نہ پڑھنے والا یہ جانتا ہے کہ کیا پڑھ رہا ہے نہ سننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ سن رہے ہیں اسکا مطلب کیا ہے نہ کسی کی یہ نیت ہوتی ہے کہ

اس کو سمجھیں گے اور اس پر عمل کریں گے اور نہ کسی کا یہ خیال ہے کہ یہ قانون سمجھنے اور عمل کرنے کے لیے ہی بنایا گیا ہے۔ ایک قوم کے لوگ تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ محض اس قانون کے الفاظ پڑھنے اور سننے سے امن قائم ہو جاتا ہے، معاملات درست ہو جاتے ہیں، اور خرابیوں کا استیصال ہو جاتا ہے۔ اگر آپ سے کہا جائے کہ ایک قوم فی الواقع ایسی موجود ہے جس کا طرزِ عمل یہی ہے تو آپ بے اختیار اس کا مضحکہ اڑائیں گے اور کچھ عجب نہیں کہ اسکو فاتر العقل قرار دیں کیونکہ یہ بات سمجھنے کیلئے کچھ زیادہ غور و خوض کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ قانون کوئی جادو یا منتر یا طلسم نہیں ہے جسکے الفاظ زبان پر جاری ہونے یا کاغذ پر لکھ دینے سے اپنا اثر دکھاتے ہوں، بلکہ اس کی برکت اور اس کے فوائد و منافع کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس کے منشا اور مقصد کو سمجھا جائے اور زندگی کے معاملات میں اسے نافذ کیا جائے۔ واضع قانون کے کمال کا انکشاف اور اس کے وضع کئے ہوئے قانون کی صحت پر اعتماد اور قانون کے الفاظ کا احترام، یہ سب کچھ بے معنی ہے اگر اس کا اظہار ایسے لوگوں کی طرف سے ہو جو اس قانون کو سمجھتے ہی نہیں، اور اسکو عمل کے قابل ہی خیال نہیں کرتے۔

طبیب کے نسخہ کو تعویذ بنانے والوں اور ماہرِ قانون کی کتاب کو طلسم کی جگہ دینے والوں کے بارے میں آپ نے بڑی آسانی سے فتورِ عقل کا فتویٰ صادر کر دیا۔ مگر ذرا غور کیجیے کہ کہیں اس فتوے کا نشانہ خود ہم اور آپ تو نہیں ہیں۔ ایک بہت بڑے سب سے بڑے حاذق طبیب نے ہمارے لئے ایک نسخہ تجویز کیا تھا جو تمام نسخوں سے زیادہ مکمل، اور صحیح اور مجرب تھا۔ ہماری تمام روحانی و اخلاقی، اجتماعی و انفرادی بیماریوں کیلئے جو دوائیں اس میں تجویز کی گئی تھیں، ان سے بہتر دوائیں اور ممکن نہ تھیں۔ مگر یہ نسخہ لکھا تو اس لئے گیا تھا کہ ہم اس کی دواؤں کو استعمال کریں، لیکن ہم نے اس کو گلوں کا تعویذ بنایا، اسے گھول گھول کر پیا، اس کے الفاظ بے سمجھے بوجھے زبانوں پر جاری کئے، اور وہ سب معاملے اس کے ساتھ برتے جن کے لئے وہ در اصل لکھا ہی نہ گیا تھا، اور نہ برتا، تو وہ معاملہ جس کے لئے در اصل وہ لکھا گیا تھا۔ یہ نسخہ آج بھی ہمارے اور آپ کے گھروں میں رکھا ہوا ہے سب سے زیادہ احترام کی جگہوں پر، بہتر سے بہتر جزدانوں

میں لپٹا ہوا رکھا ہے۔ ہم اور آپ سب بدترین روحانی اخلاقی شخصی و اجتماعی بیماریوں میں مبتلا ہیں، تڑپ رہے ہیں درد و کرب سے بے چین ہیں ہر اناڑی طبیب ہر عطائی ہر اشتہاری ڈاکٹر کے نسخے استعمال کر رہے ہیں، اور یہ حال ہے کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مگر اسکے باوجود اس طبیب کی طرف رجوع نہیں کرتے جسکی حذاقت پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس نسخہ کو استعمال کرنیکا خیال بھی نہیں کرتے جسکی صحت پر یقین رکھتے ہیں اور جسکی متعلق معلوم ہے کہ جب کبھی آزمایا گیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ اب فرمایئے کہ اس طرز عمل پر آپ کیا حکم لگائیں گے؟ وہی فتورِ عقل یا کچھ اور؟

ایک بہت بڑے سے بڑے مقنن نے ہمارے لیے ایک قانون بنایا، انسانی فطرت کے حال اور صحیح علم کی بنا پر ایسا قانون بنا دیا جو ہر زمانے، ہر ملک اور ہر حالت کیلئے موزوں و مناسب ہو سکتا تھا۔ اور انسانی زندگی کے ہر شعبے کو ایک صحیح ضابطے کے تحت لانے، اور افراد اور جماعتوں کے معاملات کو درست کرنے کیلئے اس سے بہتر قانون نہ ہو سکتا تھا۔ واضع قانون کا منشا یہ تھا کہ ہم اس قانون کو سمجھیں اور اسپر عمل کریں۔ مگر ہم نے اسکو اونچے سے اونچے طاقوں میں جگہ دی، اسکو سروں پر رکھا، اسکے معانی کو نظر انداز کرکے الفاظ کو حرزِ جان بنایا، اسکو بخار نزلہ کھانسی اور درد سر کے علاجوں میں استعمال کیا، اس سے بھوت پریت اور شیطان بھگائے، اس کو پڑھ پڑھ کر اپنے ہر جائز و ناجائز مقصد کیلئے کامیابی کی دعائیں کیں، غرض اس سے ہر وہ کام لیا جس کیلئے وہ وضع نہ کیا گیا تھا، اور نہ لیا تو وہی کام جس کیلئے دراصل وہ وضع کیا گیا تھا۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی، خانگی اور بیرونی، اخلاقی اور مادی زندگی جس ابتری، تنزل اور بربادی میں مبتلا ہے، اسپر ہم رو رہے ہیں، چیخ رہے ہیں، پریشان ہیں، گھبراہٹ کے مارے ہر طریقے، ہر ضابطے، ہر طرزِ حیات کی طرف لپک رہے ہیں اور اس غلط روی سے اور زیادہ تباہ حال ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر توجہ نہیں کرتے تو اس قانون کی طرف جسکے واضع کا کمال مسلّم ہے جسکی صحت و صداقت پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور جسکے متعلق معلوم ہے کہ جب اسپر عمل کیا گیا تو اس نے انسانی جماعت کی ایسی تنظیم کی کہ زمین رشکِ آسمان ہو گئی۔ اب فرمائیے کہ ہم پر اور آپ پر وہی فتورِ عقل جہل و نادانی اور دیوانگی کا فتویٰ عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

الایمان بین الخوف والرجا

یعنی القرآن

ع

(مولانا امجد حیدرآبادی)

جلوہ ترا ظاہر بھی ہے، مستور بھی ہے
بندے سے قریب بھی ہے تو دور بھی ہے

مشکل ہے ترا کلام، آسان بھی ہے
دنیا داری کیساتھ ایمان بھی ہے

قانونِ تمدن بھی ہے، عرفان بھی ہے
اس بحر میں گوہر بھی ہے، مرجان بھی ہے

اک رشتے میں جلد بھی ہے، قرآن بھی ہے
اک شخص میں جیسے تن بھی ہے جان بھی ہے

ترغیب کے ساتھ ساتھ تہدید بھی ہے
تخویف کی پروا وار امید بھی ہے

اک آن میں خوف و رجا دونوں ہیں
ایک ساتھ فنا اور بقا دونوں ہیں

ہر صفحہ ہے رحمتِ خدا کی تصویر
ہر لفظ دعا ہے، مدعا کی تصویر

اس رشتۂ محکم سے بقا ہے ہم کو
کیا نسخۂ کیمیا ملا ہے ہم کو

صورت ہے یہی خدا کی، قرآن کی قسم
ایمان مرا یہی ہے، ایمان کی قسم

عَبدیتِ الٰهی

عبد اللہ اور اس کا کام

(مولانا عبد القدیر صدیقی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ)

اللہ کے سوائے جتنے ہیں سب اس کے بندے ہیں اس میں چھوٹے کی خصوصیت ہے نہ بڑے کا استثنا۔

لَن یَّستَنکِفَ المَسِیحُ اَن یَّکُونَ عَبداً لِّلّٰہِ — مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز کسی قسم کا عار نہیں اور
وَلَا المَلٰٓئِکَۃُ المُقَرَّبُونَ وَمَن یَّستَنکِف — نہ فرشتوں کو جو خدا کے مقرب ہیں اور جو خدا کا بندہ
عَن عِبَادَتِہٖ وَیَستَکبِر فَسَیَحشُرُھُم اِلَیہِ جَمِیعاً — ہونے سے عار رکھے اور بڑائی کی لے تو خدا عنقریب ان سب کو اپنی طرف بلا لے گا

رسول خدا محمد مصطفے کی صفت عبدیت ہے دیکھو ہمارے کلمے میں داخل ہے۔

اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ — میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے بندے اور رسول ہیں

عبدیت کی صفت خدا کی طرف اضافت کرتی ہے۔ اور رسول کی صفت امت کی تبلیغ کی جہت سے عبدیت کی جہت سے لیتے ہیں۔ اور رسالت کی جہت میں دیتے ہیں۔

خدا کی خدائی حق۔ اور ہماری عبدیت مسلم۔ مگر ہم کس غرض سے پیدا کئے گئے۔ کس کام کے لئے مخلوق ہوئے۔ کیا یوں ہی بیکار عبث پیدا کئے گئے۔

اَفَحَسِبتُم اَنَّمَا خَلَقنٰکُم عَبَثاً وَّاَنَّکُم اِلَینَا لَا تُرجَعُونَ وَمَا خَلَقنَا السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ وَمَا بَینَھُمَا لٰعِبِینَ ہ — لوگو! کیا تم ایسا خیال کرتے ہو۔ کہ ہم نے تم کو یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا۔

نہیں، خدا نے سب کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُونَ — اور ہم نے جن انس کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہماری عبادت کریں۔

جو خدا کی عبادت نہیں کرتے۔ ان کو بڑی مصیبت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ جو لوگ ہماری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں۔ عنقریب
سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۝ (مرے پیچھے) وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔
وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطَانًا اور جو شخص (خدائے) رحمٰن کی یاد سے اغماض کرتا
فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں
عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور با وجودیکہ
شیاطین گنہگاروں کو راہِ خدا سے روکتے رہتے
ہیں۔ تاہم گنہگار (اپنے تئیں) خیال کرتے ہیں کہ
وہ راہِ راست پر ہیں۔

کوئی دعویٰ بغیر دلیل کے مانا نہیں جا سکتا بندگی کا دعویٰ اور عمل سے اس کا کچھ بھی ثبوت نہیں یا للعجب
خدا کو خدا سمجھتے۔ اسکو واجب الاطاعہ سمجھتے۔ تو اسکے احکام کو بجا لاتے۔ اسکے نواہی سے پرہیز کرتے۔ سانپ کو
سانپ سمجھ کر کوئی نہیں پکڑتا۔ جان بوجھ کر کوئی آگ میں نہیں کودتا۔ کوئی بادشاہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام
نہیں کرتا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ خدا کو مانتے ہو۔ اور اسکو نافع و ضار بھی جانتے ہو۔ بِیَدِكَ الْخَیْرُ
اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سمجھتے ہو اور اس کے فرمان کو پس پشت بھی ڈالتے ہو۔ تو یہ۔ تو یہ۔
یہ تو ضعف ایمان ضعفِ ایمان یقین علامت ہے؟ کہاں ہے

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ اور نہیں حکم دیا گیا ان کو مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں خلوص
لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ کے ساتھ اسکی اطاعت میں یکسو ہو کر اور ہمیشہ نماز پڑھیں
یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ۝ اور زکوٰۃ دیں اور یہ طریقہ ہے درست اعمال کا۔

کدھر ہے

وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا اور خدا کا فرض ہے لوگوں پر حج بیت اللہ جو اس سفر کی استطاعت رکھے۔

کیا ہو گیا

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۝ تم پر روزے فرض کیے ہیں جیسے تم سے پیشتر اوروں پر فرض ہوئے تھے۔

تم نے احکام الٰہی کو چھوڑ دیا۔ اسکے ممنوعات کے مرتکب ہو گئے۔ تو اُس کے ان وعدوں کے مستحق بھی نہ رہے۔

اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا مِنْ عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ بیشک زمین کے وارث میرے بندوں میں صالحین ہونگے۔

اور نہ اُس وعدے کے مستحق رہے۔

اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۝ بیشک میرے بندوں (اے شیطان) ترا ان پر قابو نہیں۔

تم تو ایسے ہو گئے ہو

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَاَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ۔ اُولٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ ان پر شیطان کا پورا پورا تسلّط ہو گیا ہے پھر اُس نے اُن کو یاد خدا بھلا دی۔ یہ شیطانی گروہ ہے سنو شیطانی گروہ ہی (آخرکار) برباد ہو گا۔

اِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اُولٰئِكَ فِي الْاَذَلِّينَ ۝ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں وہی (آخرکار) ذلیل لوگوں میں ہوں گے۔

ذرا غور کرو تم کن بزرگ ہستیوں کے خلف ہو۔ محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُودِ ۝ منکروں کے حق میں تو بڑے سخت ہیں (مگر) آپس میں رحمدل (ای مخاطب) تو انکو دیکھے گا کہ (کبھی) رکوع کر رہے ہیں (اور) کبھی سجدہ کر رہے ہیں (اور) خدا کی فضل و خوشنودی کی طلبگاری میں لگے ہوئے ہیں کثرت سجود کی وجہ سے انکی شناخت یہ ہے کہ سجدہ کے نشان انکی پیشانیوں میں ہیں

اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اللہ رحیم ہے۔

وَهُوَ الَّذِی یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَ اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے
یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ہ اور جیسے جیسے عمل تم لوگ کرتے ہو ان سے واقف ہے

کیا غفور رحیم ہے کیا جواد و کریم ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ مگر جس نے توبہ کی اور یقین رکھا اور نیک عمل کیے تو
یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ بدل دے گا۔

آؤ۔ اب تم ہم ملکر گڑگڑائیں۔ اور نہایت عاجزی سے دعا کریں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ چوک جائیں تو تو ہم کو اس کا مواخذہ نہ کر۔
عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ہ

اور اے ہمارے پروردگار! جو لوگ ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں جس طرح ان پر تو نے (ان کے گناہوں کے پاداش میں احکام سخت کا) بار ڈالا تھا ہم پر نہ ڈال۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ اور اے ہمارے پروردگار! اتنا بوجھ جس (کے
وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اٹھانے) کی ہم کو طاقت نہیں۔ ہم پر نہ ڈال اور
اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ ہمارے قصوروں سے درگزر فرما اور ہمارے
الْكٰفِرِیْنَ ہ

گناہوں کو معاف کر۔ اور ہم پر رحم فرما۔
تو ہی ہمارا (حامی) و مددگار اور تو ہم کو کافروں کے
مقابلے میں فتح و نصرت مرحمت کر۔

حضرت یونس علیہ السلام

(مدیر)

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ۝ ہم نے اس کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی پر (تبلیغ رسالت کیلئے) بھیجا۔

حضرت یونس علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں قرآن مجید میں انکو ذاالنون کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے جسکی وجہ تسمیہ آئندہ معلوم ہو جائیگی آپ اللہ تعالیٰ کے بڑے عبادت گزار بندے تھے شب و روز تنہائی کے عالم میں اپنے پیدا کرنے والے کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں نینوا بڑا ترقی یافتہ شہر تھا اور جیسا کہ قاعدہ ہے مادی ترقی قوموں اور ملکوں کو ہمیشہ بے دینی کی طرف ہی لیجایا کرتی ہے یہاں کے لوگ بھی اسیطرح کی مصیبتوں اور ہوا پرستی میں مبتلا تھے۔ آپ انہی لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ پہلے تو آپ نے اہل نینوا کو بہت کچھ سمجھایا اور راہ راست پر لانے کیلئے جدوجہد کی مگر جب کسیطرح ٹس سے مس ہوئے تو آخر خفا ہو کر بددعا کی اور عذاب الٰہی کے ذریعہ ان کے تباہ و برباد کئے جانیکے خواہشگار ہوئے۔

عجیب و غریب واقعات

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ اور ذاالنون (کے واقعہ) کو بھی یاد کرو جب غصہ میں بھرے ہوئے چلے گئے۔ پس گمان کیا کہ ان پر کوئی قدرت نہ پائیگا پھر اندھیروں کے اندر سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے بیشک میں گنہگاروں میں ہوں۔ تو ہم نے اسکی دعا کو قبول کیا اور غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو اسیطرح نجات دیتے ہیں

پیغمبر کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے عذاب الٰہی کا تیسرے دن وعدہ تھا۔ آپ اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لیکر شہر سے باہر چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ راستے میں ایک دریا تھا وہاں پہنچے تو ایک بیٹے کو کنارے پر چھوڑا دوسرے کو کاندھے پر بٹھایا اور بی بی کو ایک ہاتھ سے سہارا دیتے ہوئے پار ہونے کیلئے بڑھ رہے تھے کہ موجوں نے آلیا اور پاؤں قابو میں نہ رہ سکا بی بی کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ اس کے تھامنے کی طرف متوجہ ہوئے تو لڑکا کاندھے سے پھسل پڑا بی بی اور بچہ دونوں پانی میں بہ گئے (آپ) غم و الم میں مبتلا

افسوس کرتے ہوئے دوسرے لڑکے کو کنارے پر لینے چلے تو دیکھا کہ بھیڑیا اسکو منہ میں دالے لئے جا رہا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کسی دوسرے مقام پر چلے جانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اسلئے آگے بڑھ ایک کشتی میں سوار ہوئے بیچ دریا میں پہنچکر کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ لوگوں نے کہا! اس کشتی میں کسی کا غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہے اور وہ جب تک اس میں رہیگا کشتی بھنور میں پھنسی رہیگی۔ طے پایا کہ قرعہ اندازی کیجائے اور جس کا نام نکلے اسکو غلام سمجھا جائے اور دریا میں ڈال دیا جائے۔ یہ سنکر حضرت یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں ہی وہ گنہگار بندہ ہوں مجھکو دریا میں ڈالدو سب نے کہا آپ درویش صفت ہیں ہم آپ کی طرف بدگمانی نہیں کرسکتے۔ بہر حال قرعہ اندازی ہوئی اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ مگر ہر دفعہ آپ ہی کا نام برآمد ہوا۔ لوگوں نے آپؑ کو دریا میں ڈالدیا اور ایک مچھلی فوراً نگل گئی۔ قولہ تعالیٰ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ اسکو مچھلی نگل گئی اور وہ ملامت میں پڑے ہوئے تھے۔

مچھلی کا شکم بطور قید خانہ کے تھا اس لئے آپؑ کو کوئی اور نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس حالت میں بھی یاد الٰہی کا ہی عالم تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ اگر وہ تسبیح پڑھنے والے نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک پڑے رہتے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا اور قید سے رہائی

اس بات کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام شکم ماہی میں کب تک قید رہے، مگر آپ اس بات کو سمجھ چکے تھے کہ ہم سے قصور ہوا ہے اور ہم عتاب الٰہی میں مبتلا ہیں اسلئے اسی قید تنہائی کے اندر ہی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا فرمائی فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ اسی تاریکی میں پکارا "تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے (اور) بیشک میں ظلم کرنیوالوں میں سے ہوں" مطلب یہ تھا کہ اے خدا میں قصور وار ہوں میرا قصور معاف فرما!

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور مچھلی نے دریا کے کنارے پر اگل دیا۔ چونکہ جسم بالکل گل گیا تھا اور آپ بہت کمزور ہو گئے تھے اسلئے کدو کی بیل نے ان پر سایہ کیا تاکہ مکھیاں نہ ستائیں، جنگل سے آکر ہرن نے

دودھ پلانا شروع کیا یہاں تک کہ آپ میں قوت آگئی اور پہلے جیسے چنگے ہو گئے۔

قوم یونسؑ

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور ادھر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم عذاب الٰہی سے نجات پا گئی کیونکہ اس نے توبہ کر لی تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ عذاب کے آثار نمودار ہوتے ہی قوم نے صدق دل سے توبہ کی، بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑا اور لہو و لعب کے سامان کو دریا برد کر دیا۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے وہ خواہ مخواہ ہلاک کیوں کرنے لگا تھا۔ پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیے جیسا کہ ارشاد ہوا

قولہ تعالیٰ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۝

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یونس کی قوم جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور انکو ایک خاص وقت تک عیش دیا۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا مگر قوم یونسؑ کو۔ کیونکہ یہ عذاب اس لیے نازل ہو رہا تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے طلب کرنے میں جلدی کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ رسالت میں ابھی اور صبر کرنا چاہیے تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی خفگی کا باعث بظاہر دو سبب تھا ایک تو قوم کا ناشنوا ہونا دوسرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا وعدہ ہونا اور پھر ٹل جانا۔ یہ بتقاضائے بشریت تھا مگر اللہ تعالیٰ کو اتنی بات بھی پسند نہ تھی کہ بندہ خاص اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی کرے۔

عبد کا دعوے کرنے والے اور حق کی تعلیم و تبلیغ کا دم بھرنے والوں کے لیے حضرت یونس علیہ السلام کے اس مختصر سے قصے میں بڑے بڑے فائدے کی باتیں ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کو قصے کے رنگ میں نہ پڑھا جائے۔ بلکہ گفتہ آید در حدیث دیگران کی مصداق سمجھا جائے۔

مسلمانوں کیلئے غیر قوموں سے ایک سبق

(مولانا محمد عبدالبصیر عتیقی آزاد سیوہاروی)

خداوند جل علا نے سنہ ۶۱۰ء میں اپنے نبی اُمّی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کتاب (قرآن مجید) دیکر بھیجا کہ جن و انس کو علی الاعلان بشارت دو کہ مجھے وہ کلام حق عطا کیا گیا ہے جسکے تم ایک زمانہ سے منتظر تھے اور جو قیامت تک کیلئے تمہارے دین و دنیاوی رشد و ہدایت کیلئے واحد دستاویز ہے۔

چنانچہ اس کے نزول کے بعد سب ہی نے تو اپنا سر اس کی سامنے جھکایا اور مسلمان بھی جبتک اس کتاب کو مضبوطی کیساتھ پکڑے رہے ان کی روحانی و جسمانی تمدنی و معاشرتی مذہبی و سیاسی الغرض دینی و دنیاوی ہر طرح کی بھلائی میں کسیطرح کا کمی تو فرق نہ ہوا لیکن جب سے انہوں نے اس کتاب کو چھوڑا اس کو پس پشت ڈالا اسکے ساتھ بے اعتنائی کی اسی نامبارک زمانہ سے ہمہ قسم کے آلام و مصائب میں گرفتار ہو گئے اور اب صرف ڈھانچہ باقی رہگیا ہے کیونکہ انکی قومی و ملی روح جو قرآنی احکامات پر عمل کرنے کی وجہ سے قائم تھی فنا ہو چکی ہے اور یاد رکھو جبتک یہ پھر اس فرمان الٰہی کے عام عمل کیلئے مستعد نہ ہونگے اسوقت تک یہی حال رہیگا اور جو کچھ انکو چھوڑ کر کیا جارہا ہے یا آئندہ بھی کیا جاتا رہیگا رائیگاں جائیگا کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے تو اپنی کتاب مقدس کو اس کے لئے مختص فرمایا ہے پھر اسکو چھوڑ کر یہ کیونکر دین و دنیا کے برکات حاصل کر سکتے ہیں۔

پس غفلت شعار مسلمانوں کیلئے وقت آچکا ہے کہ وہ کتاب اللہ کی پکار کو سنیں اور اسکو کلیجے سے لگا کر آگے بڑھیں

اے غافل مسلمانو! غور کرو کہ وہ قرآن مجید فرقان حمید جسکی تعلیم سے تمہارے مدارس یکسر خالی ہیں اور تمہارے اہل و عیال بیگانہ ہیں اسی کتاب کی تعلیم کو اغیار اپنے لئے لازمی اور ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ معلوم کر چکے ہیں کہ جمیع علوم و معارف سے اعلیٰ و ارفع قرآنی علوم و معارف ہیں۔ اے غافل مسلمانو سنو کہ جس قرآن کو تم نے چھوڑ رکھا ہے غیر قوموں کے بڑے سے بڑے افراد اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

۱۔ یقیناً ایسی کتاب جیسی کہ قرآن کریم ہے۔ اس امر کی مستحق ہے کہ مغرب کے گوشے گوشے میں پڑھی جائے۔ سر اڈورڈ۔ ڈینیسن راس۔ یس۔ آئی۔

۲۔ ان مدرسوں میں اگر صرف قرآن پڑھایا جاتا ہے تو وہ بھی ترقی کا کچھ کم ذریعہ نہیں ہے کیونکہ وہ زیادہ ترقی کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ

۳۔ فلسطین میں سرکاری مدرسین کی کانفرنس اس غرض سے منعقد کیگئی تھی کہ فلسطین کے مدارس کا نظام نصاب تعلیم مقرر کیا جائے۔ اس کانفرنس میں اساتذہ میں صدادی جو کہ مسیحی ہیں اور اور یا نہ کے مدرسہ ثانویہ کے مدرس اعلیٰ میں انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ سرکاری مدرسوں کے اعلیٰ درجوں میں قرآن کی تعلیم لازمی قرار دیجائے تاکہ عیسائیوں کی آئندہ نسل قرآنی بلاغت سے محروم نہ رہے۔ ان کی زبان درست ہو اور ملکہ زبان حاصل ہو۔

(منقول از رسالہ معارف اعظم گڈھ ع ۶ ع ۲ دسمبر ۱۹۲۳ء)

اے غافل مسلمانو! جس کتاب مقدس سے تم نے نئی روشنی سے مرعوب ہو کر منہ موڑ لیا ہے۔ اسی نئی روشنی کے اکابرین کے پیرو بننے پر تم کو ناز ہے اسی کتاب میں تمدن و اخلاق معاشرت و سیاست وغیرہ کے مسائل کو تلاش کرتے ہیں اور اس ہی کے قوانین کے اجرا کے متمنی نظر آتے ہیں۔ کاش تم ان ہی سے سبق حاصل کرو۔

۱۔ قرآن عقائد و اخلاق اور نیز ان پر مبنی قوانین کا ایک مکمل ضابطہ پیش کرتا ہے اس میں ایک وسیع جمہوریہ کے تمام آئین و اصول کیلئے رشد و ہدایت کیلئے انصاف و عدالت کیلئے فوجی تعلیم و تربیت کیلئے مالیات کیلئے غربا کے متعلق نہایت محتاط قانون سازی کیلئے بنیادیں رکھی گئی ہیں لیکن ان تمام کا سنگ بنیاد ذات باری (تعالیٰ) کا اعتقاد ہے جس کے قبضۂ قدرت میں انسان کی قسمتوں کی باگ ہے۔ (اڈالف کرنل)

۲۔ اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے۔ جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے۔ جو تعلیم دیتا ہے کہ

انسان جو نہ جانتا ہو اس کو سکھے، جو بتاتا ہے کہ صاف کپڑے پہنو اور صفائی سے رہو۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال وعزت نفس لازمی فرض ہے۔ (ڈاکٹر کینین ایزک ٹیلر)

۳ ۔ قرآن کریم مسلمانوں کو اغیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ کرنا سکھاتا ہے دنیا کے تمام بڑے سے بڑے مذاہب کم وبیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں مگر اسلام اس بارے میں سب سے آگے ہے بنی نوع انسان کی خدمت تعلیم اسلام کا سرمایہ ناز ہے اس لئے اسلام نے عالمگیر اخوت کا اصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے (مسٹر سرجنی نائڈو)

۴ ۔ جدید علمی اکتشافات میں یا ان مسائل میں جن کو تم نے اپنے علم کے زور سے حل کیا ہے۔ یا ہنوز وہ زیر تحقیق و نظر ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تعلیمات قرآنی کے مخالف ہے۔ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم وسائنس کے ہم آہنگ وہم نشین بنانے میں اب تک جتنی کوششیں کی ہیں اسلام وقرآن میں سب کچھ پہلے ہی سے موجود ہے۔

(لائف آف محمد مصنفہ الکس لازوان)

۵ ۔ مسٹر رچرڈ ہمن نے "قانون ازالۂ غلامی انڈیا کونسل میں پیش کرتے وقت سنہ ۱۸۱۰ء میں کہا تھا غلامی کی مکروہ رسم اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندو شاستر کو قرآن سے بدل دیا جائے۔

۶ ۔ وہ (یعنی قرآن شریف) افریقہ کے حبشیوں کے دلوں میں تہذیب وشائستگی کی روح پھونکنے سول گورنمنٹ کا نظام اور حدود عدالت کے قائم کرنے میں بڑا معاون ثابت ہوا ہے اس نے ان میں ایسا نظام تہذیب وتمدن پیدا کیا ہے جو ان اقطاع میں مفقود ہے جہاں ابھی تک اسلام کا قدم نہیں پہنچا۔ لوگوں کے فوائد و اغراض کے لئے نہایت ضروری ہے کہ حکومت برطانیہ اس کو قائم رکھکر اس کو مفید بنا اور

طاقتور بنانے کی کوشش کرے۔ (مسٹر اے ڈی مارل)

پس اے غافل مسلمانو! اگر واقعی تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو بس تمہارے سامنے قرآن مجید کا کام موجود ہے، حکومت کو توجہ دلاؤ، اسکول و کالج اور یونیورسٹیوں میں جس کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرو علیگڈھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ دہلی اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے تعلیم نصاب میں اول سے لیکر آخر تک بچپن سے لے کر نوجوانوں کی جماعت تک میں قرآن کی معنی و مطلب کے ساتھ تعلیم کو عام اور لازمی کراؤ۔ انجمنوں کے مقاصد میں اس کو داخل کراؤ، اخبارات و رسائل کے مدیرین سے مقالات سپرد قلم باؤ، مضمون نگاروں اور شعراء سے نظم و نثر مضامین لکھواؤ، معلمین و مبلغین مقرر کرو۔ اس کے خرچ کے لیے اس کے متعلق تدابیر سوچو۔ مساجد اور گھروں میں اس کی بامعنی تعلیم کا رواج دو۔ دیکھو قرآن کو غیر کیا سمجھ رہے ہیں اور تمہارا اس کے ساتھ کیا سلوک ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تمہارے متعلق تمہارے رسول (صلعم) خدائے قہار کے دربار میں شکایت فرماویں۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

قرآن اے قرآن

قرآن اے قرآن! تو اس ذات ہستی کی طرف سے ہے جس کی تھاہ آج تک کسی نے نہیں پائی۔

قرآن اے قرآن! تو نے روم کے عیسائیوں کو، افریقہ کے وحشیوں کو، عرب کے بدوؤں کو زمین سے آسمان پر اچھال دیا اور اگر تو نہ آتا تو قیامت تک ان کے اندر تبدیلی نہ ہوتی۔

قرآن اے قرآن! پھر میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تیری موجودگی میں مسلمان کیوں حیران و پریشان اور ذلیل و خوار ہیں؟؟؟

"مصلح"

محبت الهی

محبت

(روشن صدیقی)

محبت اک تپشِ ناتمام ہوتی ہے
نہ صبح ہوتی ہے اس کی نہ شام ہوتی ہے

ہر ایک جلوہ ہے میرے لئے کشش تیری
ہر اک صدا مجھے تیرا پیام ہوتی ہے

جو راہ اہلِ خرد کیلئے ہے لامحدود
جنونِ عشق میں وہ چند گام ہوتی ہے

شرارِ آتشِ نمرود سے بھی ہے بدتر
وہ آرزو جو ہوس کی غلام ہوتی ہے

کچھ اس میں بت و مندر کی نہیں تخصیص
یہ رسمِ شہرِ محبت میں عام ہوتی ہے

خدایا ہو مرے ایوانِ آرزو کی خیر
سنا ہے عشق کی تعمیر خام ہوتی ہے

یہ کائنات ہے جس کیلئے سراپا گوش
تری ہی بات وہ اے خوش کلام ہوتی ہے

نمازِ عشق کا آتا ہے جب بھی ہوش کبھی
تو بیخودی مری بڑھ کر امام ہوتی ہے

وہ مرگ، مرگِ محبت ہے جس کا نام روشن
چراغِ راہِ حیاتِ دوام ہوتی ہے

محبوب کا سراغ

(مولانا صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب حیدرآبادی)

صفت کی وسعت ذات کی وسعت پر موقوف ہے جسقدر ذات وسیع ہوگی اسیقدر صفت کی وسعت میں گنجائش ہوگی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی مرتبہ بِر کی تحصیل محبوب شئے کے خرچ کردینے پر موقوف ہے جبتک محبوب شئے اپنے قبضۂ دل سے خارج نہ کردیجائیگی مرتبہ بِر حاصل نہ ہوگا اور بِر کے معنی نیکیوں میں وسعت پیدا کردینے کے ہیں، چونکہ نیکی ایک صفت ہے اسلئے اسکی وسعت اسی صورت میں ممکن ہوسکتی ہے کہ ذات بھی وسعت نیکی کے مطالبہ کے موافق وسیع ہو۔

ذاتِ مقید محدود ہے لیکن اس کے صفاتِ محدود جو وسعت امور حسنہ میں مطلوبِ خداوندی ہیں ان کو البتہ غیر محدود ہونا چاہئے اور صفت کی غیر محدود وسعت جبتک ذات غیر محدود نہو محال ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ تحصیل بِر سے مقصود مرتبۂ قید و تقیید سے آزادی حاصل کرنا ہے یہی سبب ہے کہ اس مقام پر لفظ بِر کی تعبیر نجات سے کی گئی ہے تو آیۂ کریمہ کا مطلب ہوا کہ تم جبتک اپنی پیاری چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر ڈالوگے نجات حاصل نہیں کرسکتے، مال پیارا ہے خرچ کر ڈالو، جائداد پیاری ہے نکال ڈالو، جورو بچے پیارے ہیں ان سے دل پھیر لو، جاہ و منصب پیارے ہیں ان سے ہاتھ اٹھالو یہانتک کہ اگر جان پیاری ہے تو اس کو بھی دے ڈالو۔

مطلب یہ ہے کہ جبتک تمہاری خواہش کی جڑ قائم رہیگی شاخیں بھی نکلتی رہیں گی اسلئے حقیقی بِر کی تحصیل اسوقت ہوگی جبکہ تمہاری ہستی کا نخل جڑ سے کٹ جائے اور تم مقید سے مطلق ہوجاؤ یعنی محبس سے رہائی حاصل کرلو اور یہ معلوم ہے کہ قید سے رہا ہوکر گھر کو جاتا ہے اب یہ خواہ اضطراری ہو یا غیر اضطراری مگر بہرحال جانا ضرور ہے اور یہی مطلب ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اور اِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْر کا۔

اسی مرتبہ کے حصول کے بعد تم اپنی موجی صورت مقیدہ کو توڑ کر دریا میں فنا ہوجاؤ گے اور دریا کی وسعت ذاتی سے تمہارا جلوۂ صفات بھی وسیع اور غیر محدود ہوجائیگا اور پھر وہ درجہ حاصل ہوجائیگا جسکی خبر ان لفظوں میں دیگئی ہے

بی یسمع، بی یبصر، بی ینطق، بی یمشی، اس مکرم اور معزز درجہ پر فائز ہوجانیکا نام ہی تکمیل بر ہے جو مقصودِ حق تعالیٰ ہے۔ ع

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہوجانا

محبت کا تعلق | محبت کا تعلق ہمیشہ امرِ غائب سے ہوتا ہے کیونکہ محبت کے دوسرے معنی طلب کے ہیں اور طلب غیر حاضر شئے ہی کی ہوا کرتی ہے کیونکہ حاضر اور موجود شئے کی طلب بے معنی چیز ہے اور جب یہ تسلیم ہے کہ طلب غیر موجود شئے سے ہی ہوتی ہے تو اس لئے ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ محبت کا تعلق امرِ غائب سے ہوتا ہے نہ کہ امرِ حاضر سے لہٰذا جب مطلوب حاضر ہو جائے یا حاصل ہو جائے تو پھر طلب کی منزل طے ہو جاتی ہے اور یہاں پہنچکر نہ محب رہتا ہے نہ محبوب اور نہ محبت۔ پس اس میں کوئی کلام نہیں کہ محبت کا کارخانہ امرِ غائب ہی کے سر پر قائم ہوا ہے اور جب ستون ہی باقی نہ رہیں گے تو عمارت بھی قائم نہ رہے گی۔

محبت کا سراغ | محبوب کے پردے یا محل و ظرف کو محبوب سمجھنے میں سارے تئیں غلطی ہے لہٰذا اس غفلت کے پردے کو سمجھ لینا چاہئے اور مستعدی کے ساتھ چاک کر ڈالنا چاہئے، لوگ کسی چیز کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز اور سمجھتے ہیں کہ اسی سے متمتع ہونا ہمارا اصلی مقصد ہے کیونکہ یہی ہمارا حقیقی محبوب ہے حالانکہ حقیقت حال اس سے منزلوں دور ہے بات یہ ہے کہ جورو بچے، مال و دولت، جاہ و منصب غیرہ پردے ہیں جنکے اندر سے آپ کے محبوب کا جلوہ جھلک رہا ہے اور آپ ان پر جان دے رہے ہیں جن کو عیش و آرام، خوشی، لذت، سرور و اطمینان وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور ان سب کو ہم آپ کی غرض سے تعبیر کر سکتے ہیں پس اب سمجھ جائیے کہ آپ اپنی غرض کے عاشق ہیں محب ہیں اور طالب ہیں اور وہ غرض درحقیقت آپ کی معشوقہ ہے محبوبہ ہے اور مطلوبہ ہے یعنی بیوی سے جو آپ کو لذت ملتی ہے وہ آپ کی معشوقہ ہے نہ کہ بیوی کی ذات اسی طرح دوسری چیزوں کی محبت کو بھی منطبق کر لیجئے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ سب محبوب بالعرض ہیں اور محبوب بالذات خود آپ کی ذات ہے تو اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود آپ کے سوا نہ کوئی آپ کا معشوق ہے نہ محبوب اور نہ مطلوب۔

خدا کی محبت | غیر خدا کی محبت کے پردوں کے چاک ہوجانیکے بعد اب خود خدا کی محبت کی طرف آئیے اور

اس مقننہ زندگی کا جائزہ لیجئے کہیں ایسا تو نہیں کہ یہاں بھی وہی دھوکا لگ رہا ہے۔ اگر ایسا ہی تو اس سے بڑھکر دھوکے اور نقصان کی کوئی بات نہیں ہوسکتی۔

خدا سے اس لئے محبت ہے کہ اس نے آپ کو پیدا کیا، پرورش کی، دنیا کے اندر زندگی کے سامان بخشے، مرنے کے بعد جنت عطا فرمائیگا۔ اگر معاملہ یہی ہے تو تسلیم کر لیجئے کہ یہ جملہ امور بھی آپکے اغراض میں شامل ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کی محبت کے پردے میں آپ اپنی غرض کے معشوق محبوب کے جلوے کے طالب ہیں۔ لہٰذا اس محبت میں بھی آپ اپنے ہی معشوق، اپنے ہی محبوب اور اپنے ہی مطلوب ہیں۔ الغرض آپ کو جبتک کسی محبوب کے وصال سے کسی قسم کی لذت کا مطالبہ ہوگا وہی لذت آپ کی معشوقہ، محبوبہ و مطلوبہ ہوگی اور وہ محبوب ظاہری جسکو آپ اپنا محبوب تصور کرتے ہیں زیادہ سے زیادہ آپ کے محبوب کے وصال کا ذریعہ ہوگا، واسطہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

آپ کو آپ سے محبت

اب آئیے اس بحث کو ختم کیجئے کہ اگر آپ کو آپ سے محبت ہے لیکن ذات کا حصول نہیں تو چونکہ یہ محبت ذاتی اور بے غرض ہے اسلئے آپ کو جو آپکے غیر سے محبت ہے وہ وصفی اور عرضی محبت قابل تغیر و تبدل ہے اور ذاتی محبت دوامی اور غیر متغیر جب تک آپ ہونگے اور آپ کی ہستی کا بال برابر بھی اثر باقی رہیگا (یعنی عین واثر۔ نوٹ خالی نہ ہونگے) آپ کو خدا کی حقیقی محبت حاصل نہ ہوگی یعنی ہر وقت آپ کی محبت ذاتِ پاک حق سے آپ کو ایسی حاصل ہوگی جیسی کہ اس وقت آپ سے آپ کو ہے۔

حقیقی محبت

خدا پاک نے کیا تھا حقیقی محبت کا پیدا کرنا لن تنالوا البر حتی تنفقوا کے حقیقی معنے میں یعنی آپ کے جسقدر غیر خدا محبوب ہیں ان سب کو نکال پھینکئے۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ مال و دولت جاہ و منصب جورو بچے عیش و آرام کا چھوڑ دینا بھی کافی نہیں کیونکہ ابھی سب سے بڑا دریا سب سے بڑا بت آپ خود ہیں جو محبت کی راہ میں حائل ہیں کیونکہ آپ بھی تو اپنے محبوب ہیں۔ بس اپنی ہستی کو بھی تصدق کر دیجئے جب یہ ہو جائے تو سمجھئے کہ مرتبہ بر کا حصول ہو گیا کیونکہ قرآن مجید مرتبہ بر کے حاصل کرنے کیلئے ہر محبوب کے چھوڑ دینے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ توکلت والیہ انیب

قرآن کی شیدائی

حبیب عجمیؒ

آپ بڑے اللہ والے بزرگ گزرے ہیں آپ کو عربی زبان بالکل نہیں آتی تھی اور اس لئے کلام شریف کا تلفظ صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے تھے۔

ایک روز خواجہ حسن بصریؒ آپ کے گھر تشریف لائے اور نماز مغرب کا وقت ہوتے تک دونوں بزرگ آپس میں باتیں کرتے رہے جب نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو خواجہ صاحب نے آپ کو امام کیا، آپ نے قرأت شروع کی تو پہلے ہی لفظ کا تلفظ غلط ادا کیا، خواجہ حسن بصریؒ فوراً جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور نماز اپنے طور پر علیحدہ ادا کی۔ اسی شب کو حضرت خواجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا، ارشاد ہوا کہ اے حسن بصریؒ حبیب عجمیؒ نے تلفظ غلط ادا کیا لیکن اُن کا دل خدا کی طرف رجوع تھا، اللہ تعالیٰ کو صرف و نحو اور کسی کی زبان کی پرواہ نہیں وہ تو خضوع و خشوع کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت حبیب عجمیؒ قرآن شریف کو ایسا تو نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ عربی جاننے والے لوگ جانتے ہیں مگر جب کوئی اُن کے سامنے پڑھتا تھا تو رو پڑتے تھے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ عربی سے تو آپ ناواقف ہیں پھر قرآن کو کس طرح سمجھتے ہیں جو اس قدر زار زار روتے ہیں آپ نے فرمایا عربی زبان کو میں تو نہیں جانتا لیکن میرا دل جانتا ہے۔

قرآن دل پہ اثر ادل میں جگہ ہی کر گیا — ایسا مقام کسکا رفعت ہی ایسی کسکی

حضرت مریم بصریہؒ

یہ عارف باللہ بیوی بصرہ کی رہنے والی تھیں ان کو حضرت رابعہ بصریہؒ سے خاص تلمذ حاصل تھا۔ ان پر محبت الٰہی کی حالت ہر وقت طاری رہتی تھی اور بات بہت کم کرتی تھیں۔ ایک روز یہ قرآن مجید پڑھ رہی تھیں جس وقت آیت وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ پر پہنچیں تو وجد میں آکر پکار اٹھیں! آج سے توبہ ہے اگر مریم رزق کی فکر میں ایک قدم بھی چلے۔

حضرت مریم بصریہؒ نے وہی کیا جس کا عہد کیا تھا۔ اسی دن سے ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے لگیں، روزے پر روزے رکھتیں اور جب کوئی بے طلب کچھ رکھ جاتا تو اس سے روزہ افطار کر لیتیں۔

مریم بصریہؒ کی زندگی عشق الٰہی سے لبریز تھی، ان کو ہر طرف اللہ ہی نظر آتا تھا، اُن کا جی عبادت کے سوا کسی میں نہیں لگتا تھا۔ گویا یہ سراپا عشق و محبت بن چکی تھیں اس لئے اُن کا وصال بھی اسی حالت میں ہوا۔

روایت ہے کہ کسی محفل میں محبت الٰہی کے اشعار پڑھے جا رہے تھے۔ انہوں نے سنا اور ایک ہائے کی اور واصل بحق ہوئیں:——

سبحان اللہ کیا اچھی تھیں کہ جس چیز پر اُن کا آغاز ہوا تھا اُسی پر انجام بھی ہوا۔

مسلمان بیبیوں کیلئے

(مصلح)

دیکھیو کیا ملتی ہے دولت بیبیو — کرو قرآن کی تلاوت بیبیو

مان لو کہ علم ہے قرآن میں — ماسوا اس کے جہالت بیبیو

مان لو کہ نور ہے قرآن میں — ماسوا اسکے ہے ظلمت بیبیو

جب پڑھو اک زندگی تازہ ملے — ہاتھ میں ہے ابرِ رحمت بیبیو

نامہ محبوب ہے قرآن پاک — حق سے ہو تم کو محبت بیبیو

شعرانہؒ

حضرت شعرانہؒ ملکِ عجم کی رہنے والی ہوئی تھیں۔ اُن کا قیام شہر ابلہ میں تھا۔ مورخوں نے اُن کا شمار ولیہ مستورات میں کیا ہے۔ آپ کلام مجید بڑی خوش الحانی سے پڑھتی تھیں اور قرآن کا وعظ بڑی جوش سے فرماتی تھیں۔ اُن کے وعظ میں بڑے بڑے عابد و زاہد اور اہلِ دل بزرگ جوق جوق شریک ہوا کرتے تھے۔

چونکہ آپ پر عشقِ الٰہی کا غلبہ تھا اور خوفِ الٰہی کا عالم طاری رہتا تھا اس لئے وعظ کہتے کہتے رونے لگتیں اور اہلِ مجلس پر بھی ایسا اثر پڑتا کہ روتے روتے بے دم ہو جاتے۔

کسی نے ایک مرتبہ آپ سے کہا کہ آپ وعظ تو کہتی ہیں لیکن روتی بہت ہیں۔ حضرت شعرانہؒ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس لئے روتی ہوں کہ دنیا میں روتے روتے اندھا ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن عذاب سے اندھا ہونا پڑے۔ پھر فرمایا! جو آنکھ محبوب کے دیدار سے محروم ہو اور پھر اس کی مشتاق ہو وہ بغیر گریہ کے بھلی نہیں معلوم ہوتی۔

بی بی حافظہ جمالؒ

یہ بی بی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دخترِ نیک اختر ہیں۔ آپ قرآن مجید کی حافظہ تھیں اور جس وقت قرآن مجید بہ لحنِ داؤدی میں تلاوت فرماتی تھیں تو در و دیوار سے حق حق کی صدا بلند ہوتی تھی۔

بی بی حافظہ جمالؒ کے والد حضرت خواجہ اجمیریؒ نے اپنی صاحبزادی کو جوہرِ قابل پا کر دولتِ باطنی سے بھی سرفراز فرمایا تھا اور خرقۂ خلافت عطا فرما کر مستورات میں تعلیم قرآن کی خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ بی بی حافظہ جمالؒ کی توجہ سے ہزاروں مستورات نے اسلام قبول کیا۔ اس زمانہ میں جو لوگ اپنی بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے بہتر سمجھتے ہیں اُن کیلئے اور اُن بیبیوں کیلئے جو قرآن مجید کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے

قرآنی مکتوبات

ایک خط اور اس کا جواب

خداوند پاک نے انسانکو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے، پھر اس فطرتِ انسانی کو اپنے فطری کمالات تک پہنچنے کے لئے جن قوانین کا اتباع ضروری تھا انہیں کتاب قرآن پاک میں جمع کر دیا ہے۔ پس قرآن، فطرت کی آواز ہے اور ایک ایسا سیدھا راستہ ہے جس پر چلنے کے بغیر کوئی انسان، اپنے فطری کمالات کو حاصل نہیں کر سکتا۔

ہم سے اس دعویٰ کا ثبوت طلب کیا جائیگا، خداوند پاک نے اس حقیقت کو ثابت کر دینے کیلئے کہ قرآنِ پاک کی اطاعت کا لازمی نتیجہ، کمالاتِ فطری کا حصول ہے، حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا ہے، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم عملی قرآن تھے۔ آپ نے قرآنِ عظیم پر عمل فرمایا اور ایک ایسی قوم اور حکومت پیدا کی جسکا دستور العمل قرآن تھا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی قوم نے اس کائنات میں اخلاقی، روحانی، سیاسی، علمی اور اقتصادی کمال کی جو مثال پیدا کی وہ اس امر کا عملی ثبوت ہے کہ انسانی فطرت اگر اپنے فطری کمالات کو حاصل کرنا چاہے تو اس کا دستور العمل قرآن ہونا چاہیے۔

یہ غلط ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اور عظیم الشان دور پھر زندہ نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس عظیم الشان دور کو قرآنِ عظیم ہی نے پیدا کیا تھا۔ قرآن پر عمل کرو، دورِ نبوت و رحمت کی برکات پھر اس کائنات میں زندہ ہو جائینگی۔

قرآن صرف مسلمانوں کیلئے نہیں ہے، وہ غیر مسلموں کیلئے بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مسلمانوں کیلئے۔ افسوس کہ مذہبی تعصبات نے ہماری موجودہ سوسائٹی کو کچھ اس قسم کی تنگ نظریوں، بدگمانیوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا ہے کہ ایک مذہبی جماعت اپنے عظیم ترین فوائد کو نظر انداز کر دیتی ہے مگر کسی دوسری مذہبی جماعت کی کتاب سے استفادہ نہیں کرتی یہ امر نہایت ہی حیرت انگیز ہے کہ ہمارے ابنائے نوع مختلف ملکوں کے شاعروں، مورخوں، فلاسفروں اور ادیبوں کی کتابیں تو بڑے شوق سے خریدتے اور پڑھتے ہیں مگر ان کی مذہبی کتابیں خواہ وہ کتنی ہی اہم اور مفید ہوں خریدتے ہیں اور نہ پڑھتے ہیں۔ تحریک قرآن کی غرض ہے کہ مخلوق کی طبائع سے ان غلط اور مہلک تعصبات و تنفر کو دور کرنے

جہانتک میں نے غور کیا ہے کہ تعصب و تنفر مذہبی مبلغوں کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ ہماری موجودہ مذہبی تبلیغ نے انسانی قلوب کو تعصب سے پاک نہیں کیا بلکہ تعصب سے بھر دیا ہے۔ اور اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ وہ غیر مسلم جو اقبال، آزاد، حالی اور شبلی کی تصانیف شوق سے خریدتے اور پڑھتے ہیں، قرآنی علم کو ہاتھ لگاتے ہوئے بھی سر سے قدم تک لرز جاتے ہیں۔ میرے نزدیک تحریکِ قرآن کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ وہ قرآنِ عظیم کے متعلق اس "مذہبی اور روحانی چھوت چھات" کو فنا کے گھاٹ اتار دے۔

مسلمانوں نے اشاعتِ قرآن کے متعلق بہی غفلت سے کام لیا ہے۔ اسوقت دنیا میں ۹۵۰ کے قریب زبانیں رائج ہیں۔ انجیل جو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے تھی، ۹۰۰ زبانوں میں رائج ہے اور بازار میں موجود ہے۔ اور خریداری اور بڑی جاری ہے لیکن قرآن جو ذکری للعالمین کا دعوے ہے اب تک زیادہ سے زیادہ ۲۲ زبانوں میں شائع ہوا ہے، اور ان میں بھی زیادہ سے زیادہ آٹھ زبان کے تراجم مسلمانوں نے کئے ہیں اور باقی چودہ (۱۴) یا پندرہ (۱۵) زبانوں کے تراجم عیسائی علماء کے ذوقِ تبلیغ کے رہین منت ہیں۔ عیسائی علماء کا ان ترجموں سے عام طور پر یہ مقصد ہے کہ قرآن پاک کے تاریک ترین مفہوم کو کائناتِ انسانی میں رائج کر دیا جائے تاکہ اسلام پر تسخیر و قبول کے دروازے بند ہو جائیں۔

انہی واقعات کی بنا پر میں نے یوم النبی اور اشاعتِ سیرت کی تحریکات کو شروع کیا تھا۔ ان تحریکات کی برکت سے اس وقت تک سترہ زبانوں میں سیرۃ النبی کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ قرآن اور سیرت میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی شرح ہے۔ قرآن میں اصول اور الفاظ ہیں اور سیرت ان اصولوں اور نقطوں کی عملی تصویر ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ ساتھ میں کارکنان تحریکِ قرآن کو دفتر اشاعت سیرت پٹی، ضلع لاہور کی طرف سے اتحاد و اشتراکِ عمل کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلئے کہ ہمارا مقصد اور منشا ایک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کارکنان جریدہ "ترجمان القرآن" اس دعوتِ اخلاص کو قبول فرمائیں گے۔ وللہ عاقبۃ الامور

(عبد المجید قرشی - پٹی ضلع لاہور)

جواب

برادرم مولانا عبدالمجید قریشی کو فقیر ابو محمد مصلح کی طرف سے سلام علیک قبول ہو

"إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" جس ذات ستودہ صفات کی شانِ مبارک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اس کی سیرت کے متعلق امت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "کان خلقہ القرآن" جسقدر مکمل اور جامع یہ بیان ہے اس کی نظیر نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کتاب مقدس میں صرف اسی حصہ زندگی کو محفوظ فرما دیا گیا ہے جو نوع انسان کیلئے نمونہ قرار پا سکتا تھا۔ پس حقیقت میں اصلی سیرت النبی اور "میلاد النبی" قرآن ہے اور انسانوں کی ترتیب دادہ سیرتوں سے بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع۔

آج اگر ہم اپنے نبی صلعم کو سمجھنا چاہیں تو صحیح طریقہ پر قرآن ہی سے سمجھا جا سکتا ہے اور اگر دنیا کی قوموں کے سامنے اپنے پیغمبر آخر الزماں کے صحیح کارنامے پیش کر سکتے ہیں تو وہ بھی قرآن ہی ہے اسلئے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن مقدس سے زیادہ مستند لاجواب مکمل مفید اہم اور ضروری کوئی دوسری کتاب سیرت پر نہیں ہو سکتی۔ اسلئے ہر میلاد کی مجلس کا موضوع یہی قرار پائے اور قوم اور غیر قوم سب کو اسکی تعلیمات سے وابستہ کیا جائے اور اگر دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ پیش کیا جائے تو بیک وقت دو کام ہو جائینگے۔ ایک تو سیرت کا دوسرے قرآن مجید کے عام ہونے کا۔ چونکہ فطرت انسانی کا دوسرا نام قرآن ہے اسلئے اگر دنیا کی جملہ قوموں کیلئے بلا امتیاز کوئی کام کیا جا سکتا ہے تو وہ بھی خدا کے آخری پیغام اور پیغمبر آخر الزماں صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مقدس زندگی (قرآن) کو ہی پیش کرنا ہے تاکہ مسلمانوں کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد آ جائے اور انسانیت اپنی فطرت سے آشنا ہو جائے۔

اشتراک عمل کی دعوت دیکر آپ نے جس پیش قدمی کا اظہار فرمایا ہے وہ آپکے خلوص اور ایثار کا بین ثبوت ہے۔ میرے پیارے بھائی اگر ممکن ہو تو قرآن مجید کے نزول کی یادگار منانے کیلئے بھی ایک عام مظاہرے کی ضرورت ہے اور اس کیلئے ماہ رمضان المبارک کی شب ستائیس کو خود اللہ تعالیٰ نے منتخب فرما دیا ہے۔ ہمارا اور آپ کا فرض ہے کہ جسطرح قرآن کے لانیوالے کی پیدائش کی خوشی منائیں اسیطرح قرآن مجید کے نازل ہونے کی بھی حقیقی مسرت حاصل کریں۔

"قرآن والاہمیتہ اور سیرت قرآن اور الرات" کے عنوان سے عالمگیر تحریک قرآن کیطرف سے آہستہ اور ایک خاموش قدم اس سلسلے میں اٹھایا جا چکا ہے، آپکے تعاون کی بھی ضرورت ہے مجھے اسطرح کا اشتراک ممکن ہے کیونکہ میرا اسی پر ایمان ہے۔ والسلام

بندۂ خدا
ابو محمد مصلح
۲۸ ربیع المنور سنہ ۱۳۵۷ ہجری

حیدرآباد دکن
دفتر
تحریک قرآن

خـــالی صفحـــه

معنی دار قرآن مجید

مع

بچّوں کی تفسیر

آٹھ روپے

معنی دار پارۂ عم

مع

بچّوں کی تفسیر

ایک روپیہ

ملنے کا پتہ تحریک قرآن اکیڈمی حیدرآباد دکن

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس